# مرزا غالبؔ

## (شخصیت، شاعری اور منتخب غزلیں)

## (بامعنی)

ترتیب وتہذیب
ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

------پبلشر------
رحمانی پبلیکیشنز
1032 انصار روڈ، ڈاکٹر سراج احمد کے دواخانے کے سامنے، اسلامپورہ،
مالیگاؤں، مہاراشٹر Mob : 9890801886 / 9270704505



© جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | مرزا غالبؔ |
| ترتیب وتہذیب | : | ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی |
| سالِ اشاعت | : | 2016ء |
| تعداد | : | ایک ہزار |
| صفحات | : | 120 |
| کمپیوٹر کمپوزنگ | : | حرا کمپیوٹرس، مالیگاؤں |
| طباعت | : | سیفی آفسیٹ پریس، مالیگاؤں |
| قیمت | : | 80/- |

----- Publisher-----
**Rahmani Publication**
1032,Islampura,Malegaon-423203(Dist-Nasik)
Mob : 9890801886 / 9270704505

(C) All rights reserved with Publisher.

# عرض ناشر

رحمانی پبلی کیشنز مالیگاؤں اب محتاجِ تعارف نہیں رہا جس نے ادبِ اطفال پر مختصر سے عرصے میں سیکڑوں کتابیں شائع کیں اور انہیں ملک بھر میں پھیلا دیا اس ادارہ نے ہندوستان کے مشہور و معروف قلمکار او رادبا کی کتابیں شائع کیں اور مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں طبع کیں۔ مزید یہ کہ تاریخی شخصیات پر بھی بچوں کے معیار کے مطابق کتابیں شائع کرنے کا بیڑہ بھی اٹھا رکھا ہے۔ تاریخی شخصیات میں بہت سی شخصیات پر یا تو بہت ضخیم کتابیں دستیاب ہیں یا پھر بہت سی اہم شخصیات کے متعلق انتہائی مختصر تذکرے ملتے ہیں۔ ہمارے ادارے نے ملک بھر کے نامور قلمکار اور ماہر ادیبوں سے رابطہ کیا۔ اور منتخب شخصیات پر لکھنے کی ذمہ داری ڈالی۔ الحمدللہ! بہت کم عرصے میں اب تک سیکڑوں شخصیات پر کتابیں منظرعام پر لائی گئیں۔ اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اردو ادب بالخصوص زبان کی خدمت کرنے والے ہمارے ماضی کے شعرا و ادبا کی حیثیت تاریخی لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے۔ ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے اپنی نظموں، غزلوں، گیتوں، کہانیوں، افسانوں اور مضامین کے ذریعے اردو زبان و ادب کے فروغ میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ جگ ظاہر ہے۔ ادارے نے یہ طے کیا ہے کہ تاریخی شخصیات سیریز کے ذیل میں ایک ضمنی کڑی شروع کرتے ہوئے ان شاعروں اور ادیبوں کے تعارف اور ان کے منتخب کلام کو بھی منظرِ عام پر لایا جائے۔

لہٰذا کلاسیکل شعرا کے تعارف اور ان کے منتخب کلام پر مشتمل یہ سیریز پیش کی جا رہی ہے۔ تاریخی شخصیات سیریز کی طرح مرتبین کے تبصرے و تجزیے پر آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں، لیکن اس سلسلے کی اہمیت کا انکار شاید نہ کر سکیں۔ ضروری نہیں کہ مرتبین کے تمام تبصروں اور تجزیوں سے ہمارا ادارہ اتفاق رکھے۔ بہرکیف سبھی مرتبین مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شاعروں اور ادیبوں میں چند قابل ذکر امیر خسرو، داغ دہلوی، مولانا اسماعیل میرٹھی، امیر مینائی، مولانا حسرت موہانی، آتش لکھنوی، فانی بدایونی وغیرہ ہیں۔

ہمارے ادارے نے اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت اور وطن عزیز کے نونہالان کے لیے اردو کے گراں قدر جواہر پاروں کو شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ لہٰذا سرپرست و اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کے ہاتھوں تک ان کتابوں کو پہنچائیں اور انہیں ان کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں، تاکہ نئی نسل بھی اردو کے کلاسیکل شاعروں اور ان کے کلام سے واقف ہو سکے۔

ناشر



# مرزا اسداللہ خان غالبؔ

## (پیدائش: 1797ء / وفات: 1869ء)

مرزا غالبؔ اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی عظمت کا راز صرف ان کی شاعری کے حسن اور بیان کی خوبی ہی میں نہیں ہے۔ ان کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ زندگی کے حقائق اور انسانی نفسیات کو گہرائی میں جا کر سمجھتے تھے اور بڑی سادگی سے عام لوگوں کے لیے بیان کر دیتے تھے۔ غالب جس پر آشوب دور میں پیدا ہوئے اس میں انہوں نے مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت کو برباد ہوتے اور بیرونِ ملک سے آئی ہوئی انگریز قوم کو ملک کے اقتدار پر قبضہ جماتے ہوئے دیکھا۔ غالباً یہی وہ پس منظر ہے جس نے ان کی نظر میں گہرائی اور فکر میں وسعت پیدا کی۔

مرزا غالب کا نام اسد اللہ بیگ خاں تھا۔ باپ کا نام عبداللہ بیگ تھا۔ آپ دسمبر 1797ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ غالب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے ان کی پرورش ان کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ نے کی لیکن آٹھ سال کی عمر میں ان کے چچا بھی فوت ہو گئے۔ نواب احمد بخش خاں نے مرزا کے خاندان کا انگریزوں سے وظیفہ مقرر کرا دیا۔ 1810ء میں تیرہ سال کی عمر میں ان کی شادی نواب احمد بخش کے چھوٹے بھائی مرزا الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی امرا بیگم سے ہو گئی شادی کے بعد انہوں نے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر

دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

شادی کے بعد مرزا کے اخراجات بڑھ گئے اور مقروض ہو گئے۔ اس دوران انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قرض کا بوجھ مزید بڑھنے لگا۔ آخر مالی پریشانیوں سے مجبور ہو کر غالب نے قلعۂ معلیٰ کی ملازمت اختیار کر لی اور 1850ء میں بہادر شاہ ظفر نے مرزا غالب کو ''نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ'' کا خطاب عطا فرمایا، اور خاندان تیموری کی تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا اور 50 روپے ماہوار مرزا کا وظیفہ مقرر ہوا۔

پہلی جنگِ آزادی کے بعد مرزا کی سرکاری پنشن بھی بند ہو گئی۔ چنانچہ انقلاب 1857ء کے بعد مرزا نے نواب یوسف علی خاں والی رام پور کو امداد کے لیے لکھا انہوں نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جو مرزا کو تادمِ حیات ملتا رہا۔ کثرت شراب نوشی کی بدولت ان کی صحت بالکل تباہ ہو گئی مرنے سے پہلے بے ہوشی طاری رہی اور اسی حالت میں 15 فروری 1869ء کو انتقال فرمایا۔

-------------------------



# غالب کی شاعری

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور
آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریر خامہ نوائے سروش ہے

غالبؔ کے بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں، ''غالب زبان اور لہجے کے چابک دست فنکار ہیں۔ اردو روزمرہ اور محاورے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی سادگی دل میں اتر جاتی ہے۔''

اسی طرح عبدالرحمن بجنوری لکھتے ہیں کہ، ''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ''وید مقدس'' اور ''دیوان غالب''۔''

اردو شاعری میں مرزا غالب کی حیثیت ایک درخشاں ستارے کی سی ہے۔ انہوں نے اردو شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اسے نئے نئے موضوعات بخشے اور اس میں ایک انقلابی لہر دوڑا دی۔ ان کی شاعری میں فلسفیانہ خیالات جا بجا ملتے ہیں۔ غالب ایک فلسفی ذہن کے مالک تھے۔ انہوں نے زندگی کو اپنے طور پر سمجھنے کی بھرپور کوشش کی اور ان کے تخیل کی بلندی اور شوخی فکر کا راز اس میں ہے کہ وہ انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

غالب انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ اس کے بنیادی معاملات و مسائل پر غور و فکر کرتے ہیں۔ اس کی ان گنت گتھیوں کو سلجھا دیتے ہیں۔ انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہیں اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔ اور نظام کائنات میں

اس کو نئے آسمانوں پر اڑاتے ہیں۔ غالب کی شاعری اس اعتبار سے بہت بلند ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ان کی شاعری کے انہیں عناصر نے اُن کو عظمت سے ہمکنار کیا ہے۔ لیکن جس طرح ان کی شاعری میں ان سب کا اظہار وابلاغ ہوا ہے۔ وہ بھی اس کو عظیم بنانے میں برابر کے شریک ہیں۔

غالب کی شاعری کا اثر حواس پر شدت سے ہوتا ہے وہ ان میں غیر شعوری طور پر ایک ارتعاش کی سی کیفیت پیدا کرتی ہے اور اسی ارتعاش کی وجہ سے اس کے پڑھنے اور سننے والے کے ذہن پر اس قسم کی تصویریں ابھرتی ہیں۔ ان کے موضوع میں جو وسعتیں اور گہرائیاں ہیں اس کا عکس ان کے اظہار و ابلاغ میں بھی نظر آتا ہے۔ ان گنت عناصر کے امتزاج سے اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

## استدلالی انداز بیان:

غالب کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا منطقی اور استدلالی اندازِ بیان ہے بہ قول پروفیسر اسلوب احمد انصاری: "یعنی غالب صرف جذبات کا تجزیہ ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں باہمی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ محبت ان کے لیے کوئی ایسا جذبہ نہیں جو فطری طریقے سے دلکش محاکات میں ڈھل جائے۔ بلکہ یہ ایک گرم تیز رو ہے جو پوری شخصیت کے اندر انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ غالب صرف اشاروں سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے نرم ولطیف، احساسات و کیفیات کا تجزیہ کرتے اور ان پر استدلال کرتے ہیں۔"

غالب کے اس اندازِ بیان کو سمجھنے کے لیے یہ اشعار ملاحظہ ہوں کہ استدلال کا یہ انداز کس طرح شاعر کے جذبات واحساسات کی معنویت میں اضافہ کرتا ہے ؎

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر



جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

## قولِ محال کا استعمال:

غالب نے قولِ محال کے استعمال سے بھی اپنی شاعری میں حسن وخوبی پیدا کی ہے۔ قول محال سے مراد یہ ہے کہ کسی حقیقت کا اظہار اسطرح کیا جائے کہ بظاہر مفہوم عام رائے کے الٹ معلوم ہو مگر غور کریں تو صحیح مفہوم واضح ہو۔ قول محال دراصل ایک طرح کی ذہنی ریاضت ہے۔ اس سے ایک طرف اگر شاعر کی قوتِ فکر کا انحصار ہوتا ہے تو دوسری طرف قاری کو بھی ذہن و دماغ پر زور دینا پڑتا ہے۔ اس سے شاعر لطیف حقائق کی طرف اشارہ ہی نہیں کرتا بلکہ حیرت و استعجاب کی خوبصورت کیفیات بھی پیدا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں غالب کے اشعار دیکھیں ؎

ملنا تیرا گر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

## تشکک پسندی:

غالب کی شاعری میں تشکک پسندی کا پہلو بہت اہم ہے۔ جو بہ حیثیت مجموعی غالب کی شاعری کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کی ایک وجہ غالب کا فلسفیانہ مزاج ہے۔

جب کہ دوسری وجہ غالب کا ماحول ہے۔ غالب نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ ایک ہنگامی دور تھا۔ ایک طرف پرانی تہذیب مٹ رہی تھی اور اس کی جگہ جدید تہذیب اور تعلیم اپنی جڑیں مضبوط کر رہی تھی۔ یوں انتشار اور آویزش کے اس دور میں اُن کی تشکک پسندی کو مزید تقویت ملی ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

## معانی دار پہلو:

حالی نے بڑے زور وشور کے ساتھ غالب کی شاعری کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس میں معانی کی مختلف سطحیں موجود ہیں۔ غالب کے بہت سے اشعار ایسے ہیں۔ جن کی فلسفیانہ، سیاسی اور شخصی تفسیر ہم بیک وقت کر سکتے ہیں۔ ایسے اشعار ان ترشے ہوئے ہیروں کی مانند ہیں جن کی آب وتاب اور خیرگی سے ہر زاویہ نگاہ سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج تک غالب کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا



اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

## رمز وایمائیت:

غالب نے اپنی شاعری میں رمز وایمائیت سے بھی حسن پیدا کیا ہے۔ انہوں نے زندگی کی بڑی بڑی حقیقتوں اور گہرے مطالب کو رمز وایما کے پیرائے میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اردو غزل کی روایت میں تصوف نے جو رمز وایمائیت پیدا کی اسے اپنے لیے شمع راہ بنایا۔ یوں انہوں نے سیاسی اور تہذیبی، معاشرتی موضوعات کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنایا اور انفرادی رنگ کے پردے میں اجتماعی تجربات کی ترجمانی کی۔ اس طرح سے رمزیت اور ایمائیت کا رنگ ان کی شاعری پر غالب نظر آتا ہے ؎

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہے
عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

## لطافت خیال اور نکتہ آفرینی:

غالب کی شاعری میں نکتہ آفرینی پائی جاتی ہے غالب عام روش سے ہٹ کر چلنا پسند کرتے تھے۔ شاعری میں بھی الگ روش پر چلنا پسند کرتے تھے۔ انہوں نے لفظی سے زیادہ

معنوی نکتہ آفرینی پر زور دیا۔ اس طرح وہ مومن سے ممتاز اور برتر ہیں۔ ان کی نکتہ آفرینی سلاست، گہرائی اور معنویت سے پر ہے۔اس میدان میں غالب نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اس کی وضاحت اُن کے درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے ؎

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرِ پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

## زندگی کی محرومیاں:

غالب کی ذات بھی تلخیوں اور محرمیوں کی زنجیر ہے۔بچپن میں باپ کی موت، چچا کی پرورش، اُن کی شفقت سے محرومی، تیرہ سال کی ناپختہ عمر میں شادی کا بندھن، بیوی کے مزاج کا شدید اختلاف، قرضوں کا بوجھ۔ان سب نے غالب کو زمانے کی قدر شناسی کا شاکی بنا دیا۔ چنانچہ ان محرومیوں کی تصویر بھی ان کی شاعری میں نمایاں خصوصیت کی حامل ہے ؎

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسدؔ
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے



کوئی دن گر زندگانی اور ہے
ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے

## زندگی کا حقیقت پسندانہ تصور:

ان تمام تر محرمیوں کے باوجود غالب کا اندازِ فکر قنوطی نہیں۔ چنانچہ قدم قدم پر ان کے ہاں یہ احساس ہوتا ہے کہ زندگی خوشی کے ساتھ گزرے یا غموں کی گود میں بہرحال قابلِ قدر ہے۔ خود زندگی کا ہونا ہی بجائے خود ایک بڑی نعمت ہے اس لیے ہر حال میں اسے غنیمت تصور کرنا چاہیے۔اس کا اعتراف غالب نے اپنے بعض خطوط میں بھی کیا ہے۔غم سے بچنے کی غالب نے ایک صورت یہ بھی نکالی ہے کہ آدمی رند مشربی اور آزادی اختیار کر لے اور لذت والم دونوں سے بے نیاز ہوجائے ؎

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہوجائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن
قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

## طنز و مزاح شوخی وظرافت:

شوخی وظرافت غالب کی شخصیت کا خاصہ ہے۔عملی زندگی میں وہ خوش باش انسان تھے۔ اسی لیے حالی انھیں ''حیوانِ ظریف'' کہتے ہیں۔انتہائی کٹھن حالات میں بھی وہ زندہ دلی کا دامن

نہیں چھوڑتے۔انہیں زمانے نے نجانے کتنے دکھ دیئے لیکن غالب پھر بھی ہنستے جاتے ہیں۔ان کی ظرافت میں محض شوخی ہی کام نہیں کر رہی،جس طرح غالب کی شخصیت پہلو دار شخصیت ہے اسی طرح غالب کی ظرافت کی بھی متعدد سطحیں ہیں۔ان کی شاعری میں طنز وظرافت کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔غالب کے کچھ طنزیہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

## زندہ دلی اور خوش طبعی:

غالب کی شاعری میں طنزیہ اشعار کے ساتھ ساتھ شوخی اور خوشدلی کا پہلو بھی بڑا نمایاں ہے۔چنانچہ ان کے ہاں ایسے اشعار بھی بہت ہیں جنہیں خالص مزاح کا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔اصل میں غالب زندگی کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی بھر پور صلاحیت رکھتے تھے۔اگر چہ وہ زندگی کی تلخیوں سے آگاہ ہیں لیکن انہیں زندگی سے والہانہ لگاؤ بھی ہے۔غالب ایک فلسفی شاعر تھے۔انہوں نے زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی اور پھر اپنے انکشافات کو ہلکے پھلکے انداز میں پیش کر دیا۔غالب کے کچھ مزاح سے بھر پور اشعار ملاحظہ ہوں ؎



در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کہاں مے خانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

## پیکر تراشی اور تصویر کاری:

غالب کی شاعری میں پیکر تراشی کا عمل جاندار ہے۔اور بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی،:

’’غالب کی شاعری میں جو پیکر اور تصویریں ملتی ہیں۔وہ ان کے سیاسی،معاشرتی،تہذیبی حالات، نجی معاملات اور ان کے زیر اثر پرورش پانے والی ذہنی کیفیات کے آئینہ دار ہیں۔غالب ایک تہذیب کی پیداوار اور ایک تہذیبی روایت کے علمبردار ہیں۔اگر چہ یہ تہذیب مٹ رہی تھی لیکن زوال کے احساس نے اس کی عظمت کے احساس کو بھی بڑھا دیا۔چنانچہ غالب کی تصویر کاری اور پیکر تراشی میں بھی اس تہذیبی روایت کا اثر مختلف انداز میں خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔اس دور کی بزم ہائے نشاط کی تصویریں غالب کے ہاں بہت خوبصورت اور جاندار ہیں ؎

ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آ گیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگ جاں ہو گئیں

## فارسی زبان کے اثرات:

غالب کو فارسی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا۔اس لئے ان کی شاعری میں فارسی زبان کے اثرات زیادہ ہیں۔خود فارسی شاعری کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔اور فارسی کو اردو سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔چنانچہ فارسی زبان کے اثر سے ان کی زبان میں شیرینی حلاوت اور شگفتگی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔انہوں نے فارسی الفاظ استعمال کر کے اوران کی ترکیبیں تراش کر نہ صرف اردو زبان کے دامن کو وسیع کیا بلکہ اپنی شاعری میں بھی ایک نکھار اور رعنائی پیدا کرلی۔یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہوگئیں
بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعیِ لاحاصل میں ہے

## سادہ انداز بیان:

مشکل الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ غالب کے ہاں آسان زبان بھی موجود ہے۔غالب نے پیچیدہ مسائل کے اظہار میں عموماً فارسی ترکیبوں سے کام لیا ہے اور سنجیدہ مضامین کے لیے الفاظ کا انتخاب بھی اسی مناسبت سے کیا ہے۔لیکن سیدھے سادے اور ہلکے پھلکے مضامین کو غالب نے فارسی کا سہارا لیے بغیر رواں دواں اور سلیس اردو میں پیش کیا ہے۔زبان کی سادگی ان اشعار کی معنوی قدر و قیمت پر کوئی بڑا اثر نہیں ڈالتی بلکہ ان کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔کیونکہ یہ سادگی شعری تجربے سے ہم آہنگ ہے۔اس سلسلے میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے



موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
آئے ہے بے کسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

## فارسی اور اردو کا حسین امتزاج:

غالب نے فارسی اور اردو کے امتزاج سے بھی اپنے فن کو نکھارا ہے۔غالب نے فارسی کی شیرینی کو ہندی کی گھلاوٹ سے اس طرح ملا دیا ہے کہ ان کی زبان میں ایک گنگا جمنی رنگ پیدا ہوگیا ہے۔غالب کے ایسے کلام میں فارسی اثرات زیادہ ہیں۔ جہاں زندگی کے رنگین پہلوؤں کا بیان آیا ہے۔انہوں نے رومانوی مضامین کے لیے خصوصاً فارسی کی آمیزش کی ہے لیکن فارسی اور ہندی روایتوں کا ملاپ ان کے ایسے اشعار میں نسبتاً زیادہ ہے جہاں انہوں نے قلبی واردات کو پیش کیا ہے اس لیے ایسے اشعار میں ایک گداز کی کیفیت ملتی ہے ؎

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

## صوتی آہنگ:

غالب کی شاعری میں صوتی آہنگ بھی قابل تعریف ہے۔انہوں نے الفاظ کے انتخاب

میں بڑی فنکاری کا ثبوت دیا ہے۔اوران سے وہ موسیقیت اور نغمگی پیدا کی ہے جو پڑھنے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔غالب مختلف الفاظ کو ملا کر ایک مترنم کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔وہ منفرد الفاظ کی نغمگی اور موسیقیت کا بھی گہرا شعور رکھتے ہیں اورانہوں نے تجربات کے اظہار کے لیے موضوع کی مناسبت سے ان الفاظ کے انتخاب میں بھی بڑے فن کارانہ شعور کا اظہار کیا ہے ؎

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
اسے تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روز گار ہوتا
ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

## تشبیہ واستعارہ کا حُسن:

غالب کی شاعری کی ایک اوراہم خصوصیت خوبصورت تشبیہات واستعارات کا استعمال ہے۔مرزا اپنی انفرادیت پسند طبع کے تحت قدیم روایتی استعارات کی بجائے جدید اور دلکش تشبیہات استعمال کرتے ہیں۔حالؔی نے اس کی وجہ اُن کے خیالات کی جدت قرار دیا ہے۔یہ بات بڑی واضح ہے کہ جب خیال جدید اوراچھوتا ہوگا تو اس کے لیے تشبیہ میں بھی لازمی جدت ہوگی۔اسی طرح شیخ اکرام نے ان کو "تشبیہات کا بادشاہ" قرار دیا ہے۔مثلاً ؎

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا
سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا



دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

## جدتِ ادا:

غالب ذہنی اور طبعی اعتبار سے انفرادیت پسند تھے۔کسی کی تقلید کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔وہ وبائے عام میں بھی مرنا نہیں چاہتے تھے۔غالب کی یہی جدت ادا ان کی شاعری میں نئے نئے گُل کھلاتی ہے۔مرزا سے پہلے تمام شعرا کا طریقہ شعر گوئی یہ رہا کہ وہ قدیم خیالات میں کچھ ترمیم کر کے پیش کر دیتے تھے۔لیکن غالب کے ہاں ایسا نہیں۔اُن کی جدت طبع اور انفرادیت پسندی ہمیشہ نئے نئے خیال ڈھونڈنے پر مجبور کرتی رہی۔ چنانچہ اُن کی شاعری میں ہمیں رنگا رنگی اور بوقلمونی محسوس ہوتی ہے۔اگر کبھی مرزا نے کسی قدیم خیال کو ادا بھی کیا ہے تو اس انداز میں کہ شانِ استادی کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

## تصوف:

غالب کوئی باقاعدہ صوفی شاعر نہ تھے اور نہ اُن کو تصوف سے دلچسپی تھی لیکن پھر بھی ان کی شاعری میں بعض مقامات پر تصوف کے عناصر ملتے ہیں جس کی بنیادی وجہ فارسی شاعری میں تصوف کی روایت کی موجودگی ہے اس کے علاوہ اس دور کے حالات بھی تصوف کے لیے خاص طور پر سازگار تھے۔ طبیعتیں بھی غم والم اور فرار کی طرف مائل تھیں۔لیکن غالب نے تصوف کو محض رسمی طور پر ہی قبول کیا ؎

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
اُسے کون دیکھ سکتا وہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا
نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

## غالب کا تصورِ عشق:

غالب کے ہاں حسن وعشق کے تصورات اگرچہ وہی ہیں جو صدیوں سے اردو اور فارسی شاعری میں اظہار پاتے رہے ہیں۔ تاہم غالب کی فطری جدت پسندی نے ان کو صرف انہی موضوعات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے ذاتی تجربات ومحسوسات کی روشنی میں حسن وعشق کے



بارے میں انہوں نے اپنی انفرادیت قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔غالب عشق کی اہمیت کے اس قدر قائل ہیں کہ وہ اس کے بغیر انجمن ہستی کو بے رونق سمجھتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ؎

رونق ہستی ہے عشقِ خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

غالب کو اس بات کا بڑا قلق ہے کہ وہ عشق کی بزم آرائی تو عمر بھر کرتے رہے لیکن عشق کی راہ میں حقیقی قربانی ایک بھی نہ دے سکے اور وہ غالباً اس لئے کہ ان کے پاس عشق کے حضور میں پیش کرنے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔فرماتے ہیں کہ ؎

ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

غالب عشق کے پرانے افلاطونی تصور کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کا عشق زمینی اوصاف کا حامل ہے ؎

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

غالب کے ہاں عشق کی روایتی عاجزی اور مسکینی کے برخلاف ایک جارحانہ انداز پایا جاتا ہے۔ایک خاص مقام اور مخصوص شان ہے۔وہ سوتے ہوئے محبوب کے پاؤں کا بوسہ محض اس لیے نہیں لیتے کہ وہ بدگماں نہ ہوجائے۔وہ ناراض محبوب کو مناتے بھی نہیں کہ یوں ان کی سبکساری کا پہلو نکل سکتا ہے۔وہ بزم میں نہیں بلاتا تو یہ راہ میں نہیں ملتے اور جب وہ عجز و نیاز سے رہ پر نہیں آتے تو اس کے دامن کو حریفانہ کھینچنے کی جرأت رندانہ بھی کر لیتے ہیں ؎

لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

عجز و نیاز سے تو وہ آیا نہ راہ پر
دامن کو اس کے آج حریفانہ کھینچیے

## غالب کا تصور حُسن یا تصور محبوب:

حسن کے بارے میں غالب کے تصورات کا سراغ لگانے کے لئے اُن کے محبوب کی تصویر دیکھنی ہوگی اس لیے کہ ان کے محبوب کی ذات میں وہ تمام خصوصیات جمع ہوگئیں ہیں۔ایک طرف تو غالب نے روایتی تصوارت سے استفادہ کیا ہے۔اور دوسری جانب بعض ایسی باتیں کہی ہیں جو قدیم تصورات سے مختلف ہیں۔ان کے خیال میں حسن میں سادگی و پرکاری دونوں ہونے چاہییں۔غالب کو دراز قد، دراز زلف، شوخ و شنگ، سادہ و پرکار، شان محبوبی کا مالک، لمبی لمبی پلکوں والا، چاند چہرے کا مالک، ستارہ آنکھوں والا محبوب پسند ہے اور وہ اسی کے حسن کے قصیدے گاتے ہیں ؎

سادگی و پرکاری ، بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا
اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا
ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے
جال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی

## مجموعی جائزہ:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں کہ" غالب کے اقوال و بیانات کے سلسلے میں خصوصاً محتاط رہنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ وہ بنوٹ باز شاعر ہیں قدم قدم پر پنیترے بدلتے ہیں اور



اپنی خودداری اور انانیت کے باوصف مصلحت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔"

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ" غالب ایک بڑی رنگین ایک بڑی ہی پرکار اور پہلودار شخصیت رکھتے تھے اور اس رنگینی ، پرکاری اور پہلو داری کی جھلک ان کی ایک ایک بات میں نظر آتی ہے۔"

بقول رشید احمد صدیقی،" مجھ سے اگر پوچھا جائے کہ ہندوستان کو مغلیہ سلطنت نے کیا دیا۔تو میں بے تکلف یہ تین نام لوں گا غالب اردو اور تاج محل۔"

بقول ڈاکٹر محمد حسن،" دیوان غالب کو ہم نئی نسل کی انجیل قرار دے سکتے ہیں۔"

بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی،" اردو میں پہلی بھرپور اور رنگارنگ شخصیت غالب کی ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں،" غالب کی بڑائی اس میں ہے کہ انہوں نے متنوع موضوعات کو غزل کے سانچے میں ڈھالا ہے۔

اردو کے عظیم ترین شاعر مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کی شخصیت اور شاعری کے اس مختصر ترین تجزیے کے بعد آیئے آیندہ صفحات پر اُن کی منتخب غزلیں بامعنی نشان خاطر کریں۔غالب کے کلام پر لکھی گئی مختلف شروحات اور فرہنگ کی مدد سے پیشِ نظر کتاب میں کلامِ غالبؔ کو بامعنی ترتیب دیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر)مُشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں
+91 9420230235/ +919021761740

☆☆☆

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ[1] تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی[2] نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر[3] کا

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن[4] جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

شوخیِ نیرنگ[5]، صیدِ وحشتِ طاؤس[6] ہے
دام، سبزے میں ہے پروازِ چمن تسخیر[7] کا

لذّتِ[8] ایجادِ ناز، افسونِ عرضِ ذوقِ[9] قتل
نعل آتش میں ہے تیغِ یار سے نخچیر کا

خشتِ پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع
پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

وحشتِ[10] خوابِ عدم شورِ[11] تماشا ہے اسدؔ
جو مژہ[12] جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

بس کہ ہوں غالبؔ، اسیری[13] میں بھی آتش[14] زیرِ پا
موئے آتش[15] دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

☆☆☆

[1] شرارت
[2] تنہائی کے کڑے دکھ درد کی تکلیف
[3] دودھ کی نہر
[4] سننے کا جال/ سننے کی کوشش
[5] (مور کے پروں کے رنگوں کی رعایت سے) بدلتے رنگوں کی شرارت
[6] ناچتے مور کی مستی کی شکار
[7] چمن کی تسخیر کرنے والی اڑان
[8] طرح طرح سے ناز کرنے کا لطف
[9] قتل ہو جانے کی لذت کا جادو
[10] موت کے خواب کا ڈر، نیستی کے خواب کی پراگندگی
[11] جلوے کی پریشانی
[12] پلک
[13] قید
[14] بے قرار بے چین
[15] آگ دیکھا ہوا یا جلا ہوا بال



عشق سے طبیعت نے زیست[1] کا مزا پایا
درد کی دوا پائی، درد بے دوا پایا

دوست[2] دارِ دشمن ہے! اعتمادِ دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی، نالہ[3] نارسا پایا

سادگی و[4] پرکاری، بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل[5] میں جرأت[6] آزما پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا

حال دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی
ہم نے بار ہا ڈھونڈھا، تم نے بارہا پایا

شورِ پندِ[7] ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا

فکرِ[8] نالہ میں گویا حلقہ ہوں زِ سر تا پا
عضو عضو جوں زنجیر، یک دلِ صدا پایا

شب نظارہ[9] پرور تھا خواب میں خرام[10] اس کا
صبح موجۂ[11] گل کو نقشِ[12] بوریا پایا

جس قدر جگر خوں ہو کوچہ[13] دادنِ گل ہے
زخمِ تیغِ[14] قاتل کو طُرفہ[15] دل[16] کشا پایا

ہے نگیں کی پا[17] داری نامِ[18] صاحبِ خانہ
ہم سے تیرے کوچے نے نقشِ[19] مدّعا پایا

[1] زندگی کا لطف
[2] دوست کا دشمن
[3] (معشوق) تک نہ پہنچنے والی (عاشق) کی پکار
[4] طنزاً سیدھا سادہ پن، اصلاً عیاری و مکاری
[5] بے توجہی
[6] (عاشق) کی ہمت کو آزمانے والا
[7] نصیت کرنے والے کی نصیحت کا شور، اسے سے پیدا شدہ پریشانی خیالی
[8] آہ کرنے کی پریشانی
[9] منظر کو حسین بنانے والا
[10] ناز و ادا سے چلنا
[11] پھول کی ترنگ
[12] چادر پر بنے ہوئے نقش و نگار
[13] گل معشوق کو راستہ دینا
[14] قتل کرنے والے (معشوق) کی تلوار کا زخم
[15] عجیب
[16] دل کو لبھانے والا
[17] نگینے کی مضبوطی
[18] مالکِ مکان کا نام
[19] مقصد کی صورت یعنی مراد

نہیں اسدؔ جفا[1] سائل، نَے ستم جنوں[2] مائل
تجھ کو جس قدر ڈھونڈھا الفت آزما پایا

☆☆☆

شوق، ہر رنگ رقیبِ[3] سروساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا
زخم نے داد نہ دی تنگیٔ[4] دل کی یا رب
تیر بھی سینۂ[5] بسمل سے پَرافشاں[6] نکلا
بوئے[7] گل، نالۂ[8] دل، دودِ[9] چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا
دلِ حسرت[10] زدہ تھا مائدۂ[11] لذتِ درد
کام یاروں کا بہ قدرِ لب و دنداں نکلا
اے نو آموزِ[12] فنا ہمتِ دشوار[13] پسند!
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
دل میں پھر گریے[14] نے اک شور اٹھایا غالبؔ
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سُو طوفاں نکلا

☆☆☆

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

۱ (معشوق) کا ظلم وستم مانگنے والے
۲ اضطراب کی کیفیت کی طرف جھکا ہوا۔
۳ مال و اسباب کا دشمن (مفلسی میں بھی خوش)
۴ تنگ دلی
۵ بسمل، تڑپنے والا، مجازاً عاشق، عاشق کا زخمی سینہ
۶ پریشان
۷ پھول کی خوشبو
۸ آہِ سرد
۹ دھواں
۱۰ حسرت میں رہنے والا دل
۱۱ دکھ درد کے مزے رکھنے والا دسترخوان
۱۲ عشق میں فنا ہو جانے کا نیا نیا سبق لینے والی
۱۳ مشکلوں کو پسند کرنے والی ہمّت
۱۴ رونا



گریۂ[1] چاہے ہے خرابی مرے کاشانے[2] کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں[3] ہونا
وائے دیوانگیٔ[4] شوق کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا
جلوہ از بسکہ تقاضائے[5] نگہ کرتا ہے
جوہرِ[6] آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں[7] ہونا
عشرتِ قتل[8] گہِ اہل تمنا، مت پوچھ
عیدِ[9] نظّارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے[10] نشاط
تو ہو اور آپ بہ صد رنگِ گلستاں ہونا
عشرتِ[11] پارۂ دل، زخمِ تمنا کھانا
لذت[12] ریشِ جگر، غرقِ نمکداں[13] ہونا
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود[14] پشیماں کا پشیماں ہونا
حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

☆☆☆

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا

۱ رونا
۲ گھر
۳ جنگل
۴ (عشق) کا دیوانہ پن
۵ (ایک خاص) نگاہ (جو لوے کو دیکھ سکے) کا اصرار
۶ آئینے کی آب وتاب
۷ پلکیں
۸ (معشوق کے دیدار کی) تمنا کرنے والے (عاشقوں) کی قتل گاہ
۹ (معشوق) کے نظارے کی شدید خوشی
۱۰ خوشیوں کی تمنا کا دکھ
۱۱ دل کی ٹکڑے کی خوشی
۱۲ جگر کے زخم کا مزہ
۱۳ نمک دان میں ڈوبا ہوا مراد: زخموں کی تکلیف پہنچانے کے لیے ان پر نمک چھڑکنا
۱۴ جلد شرمندہ ہو جانے والا

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور، کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل، اور آپ فرمائیں گے "کیا؟"
حضرتِ ناصح گر آئیں ، دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟
آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا
گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا
خانہ زادِ[1] زلف ہیں ، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبرائیں گے کیا
ہے اب اس معمورے[2] میں قحطِ غمِ[3] الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلّی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟

☆☆☆

[1] زلف سے تعلق رکھنے والے
[2] بستی
[3] عشق کے دکھ کا قحط

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے ، یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے ، اگر اعتبار ہوتا
تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا



کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ[1] نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا
رگِ سنگ[2] سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو، یہ اگر شرار[3] ہوتا
غم اگر چہ جاں گسل[4] ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا، غمِ روزگار ہوتا
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے؟ شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا؟
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا
اسے کون دیکھ سکتا، کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا
یہ مسائلِ تصوّف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے ،جو نہ بادہ خوار ہوتا

☆☆☆

ہوس کو ہے نشاطِ[5] کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

[1] (کمان پر) آدھا کھینچا ہوا تیر، مراد: معشوق کی ترچھی نظر
[2] پتھر کی رگ
[3] چنگاری
[4] جان کی تکلیف دینے والا
[5] (زندگی کے) ہنگاموں کی خوشی

تجاہل[1] پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا؟
نوازش ہائے بے جا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا
نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں
تغافل[2] ہائے تمکیں آزما کیا
فروغِ[3] شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاسِ[4] ناموسِ وفا کیا
نفس موجِ محیطِ[5] بیخودی ہے
تغافل[6] ہائے ساقی کا گلا کیا
دماغِ[7] عطر پیراہن نہیں ہے
غمِ آوارگی[8] ہائے صبا کیا
دلِ ہر[9] قطرہ ہے سازِ 'انا[10] البحر'
ہم اس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا
محابا[11] کیا ہے، مَیں ضامن، اِدھر دیکھ
شہیدانِ[12] نگہ کا خوں[13] بہا کیا
سن اے غارت[14] گرِ جنسِ وفا، سن
شکستِ قیمتِ[15] دل کی صدا کیا
کیا کس نے جگر[16] داری کا دعویٰ؟
شکیبِ خاطرِ[17] عاشق بھلا کیا

[1] (معشوق کا) انجان بننے کو اپنی عادت بنا لینا
[2] (عاشق کی) حقیقت کو آزمانے والی (معشوق کی) بے نیازیاں
[3] گھاس (سے جلنے والے) شعلے کی تاب
[4] عشق کی عزت کا لحاظ
[5] خود فراموشی کی کیفیت کے سمندر کی موج
[6] ساقی کی بے پروائیاں
[7] (معشوق کے) لباس کی خوشبو کی برداشت
[8] صبا کی آوارگی کا دکھ
[9] ہر قطرے کا دل یعنی ہر قطرہ خود
[10] 'میں سمندر (یعنی کل) ہوں' کہنے والا ساز
[11] لحاظ
[12] (معشوق کی) نگاہ پڑ جانے سے شہید ہو جانے والے
[13] خون کا بدلہ
[14] وفا (جیسی) جنس کو برباد کرنے والا یعنی معشوق
[15] دل کی قیمت کم ہونا
[16] ہمت
[17] عاشق کے دل کا صبر



یہ قاتل وعدۂ صبر[1] آزما کیوں؟
یہ کافر فتنۂ[2] طاقت ربا کیا؟
بلائے جاں ہے غالبؔ اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

☆☆☆

درخورِ قہر[3] و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا
سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا
روبرو کوئی بتِ[4] آئینہ سیما نہ ہوا
کم نہیں نازشِ[5] ہمنامئ چشمِ خوباں
تیرا بیمار، برا کیا ہے؟ گر اچھا نہ ہوا
سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا
نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا
کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا
ہر بُنِ[6] مو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونناب[7]
حمزہ کا[8] قِصّہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا

[1] وعدہ جس کے پورا ہونے کے لیے صبر کرنا پڑے یعنی ایسا وعدہ جو پورا نہ ہو۔
[2] طاقت ختم کر دینے والی مصیبت
[3] (معشوق کا) قہر و غضب کہنے کے لائق
[4] آئینے کی سی روشن پیشانی والا معشوق
[5] معشوقوں کی آنکھ کا ہم نام ہونے کا غرور
[6] بال کی نوک/سرا
[7] خوں ناب (خالص خون)
[8] ''داستانِ امیر حمزہ'' مراد جھوٹا قصہ

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جز میں کُل
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا
تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اُڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشا نہ ہوا

☆☆☆

درد مِنّت کشِ[1] دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشہ ہوا، گِلا نہ ہوا
ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب "کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا"
ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۱ے دوا کا احسان مند



زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما
کام گر رک گیا، روا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے؟
لے کے دل، "دلستاں[1]" روانہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا!

☆☆☆

قطرۂ مے بس کہ حیرت سے نفَس[2] پرور ہوا
خطِّ جامِ[3] مے سراسر رشتۂ[4] گوہر ہوا
اعتبارِ[5] عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا
گرمیٔ[6] دولت ہوئی آتش زنِ نامِ نکو
خانۂ خَاتَم[7] میں یاقوتِ[8] نگیں اخگر[9] ہوا
نشّے میں گُم کردہ[10] رہ آیا وہ مستِ[11] فتنہ خو
آج رنگِ[12] رفتہ دورِ گردشِ[13] ساغر ہوا
درد سے در پردہ دی مژگاں سیاہاں نے شکست
ریزہ ریزہ استخواں[14] کا پوست[15] میں نشتر[16] ہوا
زُہد گر دیدن ہے گِردِ خانہ ہاے منعماں[17]
دانۂ تسبیح سے میں مہرہ درِ[18] ششدر ہوا

۱ے دل چھین لینے والا (معشوق)
۲ے سانس لینے والا
۳ے شراب کے پیالے (مقدار ناپنے کا) خط
۴ے موتی پرویا ہوا دھاگہ یعنی ہار
۵ے مجازاً عاشق کا اعتبار
۶ے مال وزر کا غرور
۷ے انگوٹھی میں نگینہ جڑنے کا مقام
۸ے سرخ رنگ کا نگینہ
۹ے انگارہ
۱۰ے راستہ بھٹکا ہوا
۱۱ے خرابی پیدا کرنے کی عادت
۱۲ے اڑا ہوا رنگ
۱۳ے جام کی گردش کا زمانہ
۱۴ے ہڈّی
۱۵ے کھال
۱۶ے زخم چیزے کا آلہ
۱۷ے نعمت تقسیم کرنے والے
۱۸ے دربدر (پریشان) پھرنے والا (شطرنج) کا مہرہ

اے بہ ضبطِ حال خو نا کردگاں[1] جوشِ جنوں[2]
نشۂ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

اس چمن میں ریشہ واری[3] جس نے سر کھینچا اسدؔ
تر زبانِ شکرِ لطفِ ساقیِ کوثر[4] ہوا

☆☆☆

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈُبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہُوا جب غم سے یوں بے حِس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالبؔ مرگیا، پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

☆☆☆

وہ مری چینِ جبیں[5] سے غمِ پنہاں سمجھا
رازِ مکتوب[6] بہ بے ربطیِ[7] عنواں سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقلِ[8] آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ[9] جہاں میں جوں شمع
شعلۂ عشق کو اپنا سروساماں سمجھا

[1] جن کی عادت نہ ہو
[2] (عشق کے) پاگل پن کا جوش
[3] ریشے کی طرح
[4] ساقیِ کوثر (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لطف و کرم کا میٹھی زبان میں شکرادا کرنے والا
[5] ماتھے کی شکن
[6] خط میں لکھی ہوئی پوشیدہ باتیں
[7] (خط پر لکھے گئے) پتے (کے لفظوں) کے بے جوڑ ہونا
[8] (فولادی) آئینے کو چمکانا (اس وقت اس پر الف جیسی لکیریں بنتی ہیں)
[9] دنیا کی بزم کا وحشت کرنے کا مقام یعنی دنیا



شرحِ اسبابِ[1] گرفتاریِ خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ[2] خرام
رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیراں سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہو گا
نبضِ خس[3] سے تپشِ[4] شعلۂ سوزاں سمجھا

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا

تھا گریزاں[5] مژۂ[6] یار سے دل تا دمِ[7] مرگ
دفعِ[8] پیکانِ قضا اِس قدر آساں سمجھا

دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار، اسدؔ
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

☆☆☆

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل، جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

سادگی ہائے[9] تمنا، یعنی
پھر وہ نیرنگِ[10] نظر یاد آیا

[1] دل کے (عشق میں) گرفتار ہو جانے کے اسباب کی تفصیل
[2] (معشوق اپنی) چال میں کھویا ہوا
[3] گھاس کا تنکہ
[4] جلتے شعلے کی گرمی
[5] بھاگنا
[6] دوست کی پلکیں
[7] مرتے دم تک
[8] موت کے تیر سے بچاؤ
[9] (معشوق سے وصل کی) تمنا کی معصومیت
[10] جادو بھری نظروں والا (مراد: معشوق)

عذر[1] واماندگی، اے حسرتِ دل!
نالہ کرتا تھا، جگر یاد آیا
زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی
کیوں ترا راہ گزر یاد آیا
کیا ہی رضواں سے لڑائی ہو گی
گھر ترا خلد میں گر یاد آیا
آہ وہ جرأتِ[2] فریاد کہاں
دل سے تنگ آ کے جگر یاد آیا
پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال
دلِ گم[3] گشتہ، مگر، یاد آیا
کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

☆☆☆

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے، مگر کوئی عناں[4] گیر بھی تھا
تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیِ[5] تقدیر بھی تھا

[1] تھکن کا بہانہ
[2] شکایت کی ہمّت
[3] کھویا ہوا دل
[4] چلنے سے روکنے والا (لگام پکڑ کر) روکنے والا
[5] خوش نصیبی کا حصہ طنزاً بد نصیبی



تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں ؟
کبھی فتراک[1] میں تیرے کوئی نخچیر[2] بھی تھا
قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہاں ! کچھ اک رنجِ گراں باریِ[3] زنجیر بھی تھا
بجلی اک کوندگئی آنکھوں کے آگے تو کیا!
بات کرتے، کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا
یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے، خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائقِ[4] تعزیر بھی تھا
دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجا ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا، ولے طالبِ تاثیر بھی تھا
پیشے میں عیب نہیں، رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ[5] سروں میں وہ جواں میرؔ بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے، پاس نہ آیا، نہ سہی
آخر اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا
پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دَمِ تحریر بھی تھا؟
ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

☆☆☆

[1] چمڑے کا تسمہ (جس سے شکار باندھتے ہیں) پھندا
[2] شکار
[3] (قید میں) زنجیر کے بھاری ہونے کا دکھ
[4] سزا کے قابل
[5] دیوانوں

تو دوست کسی کا بھی، ستمگر! نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا
چھوڑا مہِ نخشب[1] کی طرح دستِ[2] قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا
توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم
میں معتقدِ فتنۂ[3] محشر نہ ہوا تھا
میں سادہ دل، آزردگیِ[4] یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوقِ مکرّر نہ ہوا تھا
دریائے[5] معاصی تُنک[6] آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا
جاری تھی اسدؔ! داغِ جگر سے مری تحصیل
آتشکدہ جاگیرِ[7] سَمَندر نہ ہوا تھا

☆☆☆

ذکر اس پری وش کا، اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر، تھا جو رازداں اپنا
مے وہ کیوں بہت پیتے بزمِ غیر میں یا رب
آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحاں اپنا

1. ترکستان کے شہر نخشب کا چاند، نخشب شہر کے حکیم ابن مقنع نے کنویں سے ایک چاند بنا کر نکالا تھا جس کی روشنی چار فرسنگ تک پہنچتی تھی۔
2. موت کا ہاتھ
3. مرکر دوبارہ جینے کی مصیبت کو ماننے والا
4. دوست کی ناراضگی
5. گناہوں کا دریا
6. پانی کی کمی
7. سَمَندر (آگ میں پیدا ہونے والا ایک پردار کیڑا) کی ملکیت، سمندر جہاں سے اپنا محصول وصول کرے



منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے پرے ہوتا، کاش کہ مکاں اپنا
دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے
بارے آشنا نکلا، ان کا پاسباں، اپنا
نامہ کب تلک لکھوں، جاؤں ان کو دکھلادوں
انگلیاں فگار[1] اپنی، خامہ[2] خونچکاں[3] اپنا
گھستے گھستے مٹ جاتا، آپ نے عبث بدلا
ننگِ[4] سجدہ سے میرے، سنگِ آستاں اپنا
تا کرے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت میں ہم نے ہمزباں اپنا
ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

☆☆☆

طاؤس[5] در رکاب ہے ہر ذرّہ آہ کا
یا رب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا؟
عزّت گزینِ بزم ہیں واماندگانِ[6] دید
مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا
ہر گام آبلے سے ہے دل در تہِ قدم
کیا بیم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا

1. زخمی
2. قلم
3. خون ٹپکتا ہوا
4. (عاشق کے) سجدہ کرنے سے (معشوق کی) رسوائی
5. مور
6. (ساقی یا معشوق کے) دیدار سے رہ گئے (عاشق)

جَیبِ[1] نیازِ عشق نشاں دارِ ناز ہے
آئینہ ہوں شکستنِ[2] طرفِ کلاہ کا
غافل بہ وہمِ[3] ناز خود[4] آرا ہے ورنہ یاں
بے شانۂ[5] صبا نہیں طُرّہ[6] گیاہ کا
بزمِ[7] قدح سے عیشِ[8] تمنا نہ رکھ، کہ رنگ
صیدِ زِ[9] دامِ جستہ ہے اس دام[10] گاہ کا
رحمت اگر قبول کرے ، کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا
مقتل کوکس نشاط سے جاتا ہوں میں، کہ ہے
پُرگل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا
جاں در" ہوائے[11] یک نگہِ گرم" ہے اسدؔ
پروانہ ہے وکیل ترے داد[12] خواہ کا

☆☆☆

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا
لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکہ کھائیں کیا

1. عشق کے انکسار کا گریبان
2. ٹوپی کے طرّے کا ٹوٹنا یہاں مراد غرور کا سرنیچا
3. غرور کا وہم
4. اپنی آرایش / اپنا سنگھار
5. صبح کی ہوا کی کنگھی (جو کہ گھاس کی آرائش کرتی ہے)
6. خشک گھاس کا طرّہ
7. شراب کی محفل
8. (بزم سے پوری طرح لطف اٹھانے کی) آرزومندی
9. جال سے بھاگا ہوا شکار
10. (شکار کے لیے) جال لگانے کا مقام
11. (معشوق کی) ایک پُر شوق نگاہ کی خواہش
12. انصاف چاہنے والا



ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا
موجِ[1] خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مر گیے پر دیکھیے دکھلائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

☆☆☆

عشرتِ[2] قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
تجھ سے، قسمت میں مری، صورتِ قفلِ[3] ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا
دل ہوا کشمکشِ[4] چارۂ زحمت میں تمام
مِٹ گیا گھسنے میں اُس عُقدے[5] کا وا ہو جانا
اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ[6] اربابِ وفا ہو جانا
ضعف[7] سے گریہ مبدّل[8] بہ دمِ سرد ہوا
باور[9] آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

1. خون کی لہر
2. قطرے کا سکھ
3. مخصوص بناوٹ کا تالا جس پر کھدے ہوئے حروف سے ایک پوشیدہ لفظ بنانے پر تالا کھلتا ہے۔
4. (دل کی) تکلیف کے علاج کی الجھن
5. پیچیدہ بات
6. محبت کرنے والوں کا دشمن
7. کمزوری
8. بدلنا
9. یقین ہونا

دِل سے مِٹنا تری انگشتِ[1] حنائی کا خیال
ہوگیا گوشت سے ناخن کا جُدا ہو جانا

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھُلنا
روتے روتے غمِ فُرقت میں فنا ہو جانا

گر نہیں نکہتِ[2] گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیوں ہے گردِ رہِ[3] جَولانِ صبا ہو جانا

تا کہ تجھ پر کھُلے اعجازِ[4] ہوائے صَیقل
دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ[5] گُل، ذوقِ تماشا[6] غالبؔ
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

☆☆☆

گلشن میں بندوبست بہ رنگِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ[7] بیرونِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ[8] دل ہر فغاں[9] کے ساتھ
تارِ[10] نفس کمندِ شکارِ[11] اثر ہے آج

اے عافیت! کنارہ کر، اے انتظام! چل
سیلابِ[12] گریہ در پے دیوار و در ہے آج

معزولیِ[13] تپش ہوئی افراطِ[14] انتظار
چشمِ کشودہ[15] حلقۂ بیرونِ در ہے آج

۱۔ مہندی لگی ہوئی انگلی
۲۔ پھول کی خوشبو
۳۔ صبا کے گزرنے کی راہ کی گرد
۴۔ آئینے کو چمکانے والی ہوا کا معجزہ
۵۔ پھول کا جلوہ
۶۔ (مناظر کے) تماشے کا شوق
۷۔ (دستک دینے کے لیے) دروازے کے باہر لگایا گیا حلقہ۔ مجازاً: وہ جسے (محفل سے) باہر ہی روک دیا گیا ہو۔
۸۔ دل کا ٹکڑا
۹۔ آہ و زاری، فریاد
۱۰۔ سانس کا تار یعنی سانس
۱۱۔ (آہ کے) اثر کا شکار کرنے والا پھندا
۱۲۔ آنسوؤں کا سیلاب
۱۳۔ (انتظار کی) بے قراری کا خاتمہ
۱۴۔ انتظار کی طوالت یا شدت
۱۵۔ (معشوق کے انتظار میں) کھلی ہوئی آنکھ



حیرت[1] فروشِ صد نگرانی ہے اضطرار
ہر رشتہ تارِ جَیب کا تارِ نظر ہے آج

ہوں داغِ نیم رنگیِ[2] شامِ وصالِ یار
نورِ[3] چراغِ بزم سے جوشِ[4] سحر ہے آج

کرتی ہے عاجزی سفرِ[5] سوختن تمام
پیراہنِ[6] خسک میں غبارِ[7] شرر ہے آج

تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد[8] رسیدنی
دودِ[9] چراغِ خانہ غبارِ سفر ہے آج

دور[10] اوفتادۂ چمنِ فکر ہے اسدؔ
مرغِ[11] خیالِ بلبلِ بے[12] بال و پر ہے آج

☆☆☆

نفَس نہ انجمنِ[13] آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں انتظارِ[14] ساغر کھینچ

"کمالِ گرمیٔ سعیٔ[15] تلاشِ دید" نہ پوچھ
بہ رنگِ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ

تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل!
کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ

تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ[16] نرگس
بہ کوریٔ[17] دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

۱۔ (انتظار کے اضطراب میں) شدت سے محو آنکھوں کی حیرت کا عالم
۲۔ دوست سے وصال کی شام کی نیم رنگ کیفیت
۳۔ محفل کے چراغ کی روشنی
۴۔ صبح (کی رونق) کا جوش
۵۔ جلنے کا سفر، جلتے رہنے کا مرحلہ
۶۔ خس و خاشاک کا لباس، لوہے کے کانٹوں بھرا لباس
۷۔ آگ کی چنگاری کا غبار
۸۔ مقام جہاں پہنچنا مقصود ہو
۹۔ گھر کے چراغ کا دھواں
۱۰۔ فکر (شعر) کے چمن سے دور پڑا ہوا
۱۱۔ خیال کا پرندہ
۱۲۔ بغیر پروں والی بلبل
۱۳۔ آرزو کو انجمن کہہ کر بطور تمثیل کسی انجمن کی تمام رعنائیاں مراد ہیں۔ استعارۃً آرزو
۱۴۔ ساغر کا انتظار
۱۵۔ (معشوق کے) دیدار کی تلاش کی شدید کوشش کی انتہا (مبالغہ)
۱۶۔ نرگس (کے پھول) کا (معشوق کی طرف) نظر کرنا
۱۷۔ (عاشق کے) دشمن کی آنکھوں اور دل (بصیرت) کا اندھا ہونا

بہ نیم[1] غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ[2] ناز
نیامِ پردۂ[3] زخمِ جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح میں ہے صہبائے[4] آتشِ پنہاں
بروئے[5] سفرہ کبابِ دلِ[6] سمندر کھینچ

نہ کہہ کہ طاقتِ[7] رسوائی وصال نہیں
اگر یہی عَرَقِ[8] فتنہ ہے، مکرّر کھینچ

جنونِ[9] آئینہ مشتاقِ یک[10] تماشہ ہے
ہمارے صفحے پہ بالِ پری سے مسطر[11] کھینچ

خمارِ[12] مِنّتِ ساقی اگر یہی ہے اسدؔ
دل گداختہ[13] کے مے کدے میں ساغر کھینچ

☆☆☆

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ[14] شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولیٔ[15] انداز و ادا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ[16] پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں[17] پر، یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا[18] میرے بعد

[1] نظر چرا کر (ناز سے) دیکھنا
[2] (معشوق کے) ناز و ادا کی عادت کا حق
[3] (عاشق کے) جگر کے زخم سے بنی ہوئی نیام یعنی جگر
[4] (عشق کی) آگ کی (دل میں) چھپی ہوئی شراب
[5] دسترخوان پر
[6] سَمندر (آگ میں پیدا ہونے والا چھوٹا کیڑا) کے دل سے بنا ہوا کباب
[7] وصال میں رسوائی اٹھانے کی طاقت
[8] مراد: شریر بدخو معشوق (کی شرمندگی) کا پسینا
[9] آئینے کا اضطراب
[10] ایک بار (معشوق کا) جلوہ دیکھنے کا شوقین
[11] محاورہ: رول کرنا، ایک دوسرے کے محاذ میں خط کھینچنا
[12] ساقی سے (شراب کے لیے) مِنّت کرنے کی دھن
[13] پگھلا ہوا دل
[14] عاشقی کا مقام
[15] (معشوق کے) انداز و ادا کا خاتمہ
[16] (ماتم میں) کالے کپڑے پہنے ہوئے
[17] معشوق کا حال چال
[18] مہندی (کے رنگ سے) خالی



درخورِ[1] عرض نہیں جوہرِ[2] بیداد کو جا
نگہِ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنوں اہلِ جنوں کے لیے آغوشِ وداع[3]
چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریفِ مے[4] مرد افگنِ عشق
ہے مکرّر لبِ ساقی میں صلا[5] میرے بعد

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیتِ[6] مہر و وفا میرے بعد

تھی نگہ میری نہاں[7] خانۂ دل کی نقّاب[8]
بے خطر جیتے ہیں اربابِ[9] ریا میرے بعد

تھا میں گلدستۂ[10] احباب کی بندش کی گیاہ[11]
متفرّق ہوئے میرے رُفقا میرے بعد

آئے ہے[12] بے کسیِ عشق پہ رونا غالبؔ
کس کے گھر جائے گا سیلابِ[13] بلا میرے بعد

☆☆☆

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر در و دیوار
نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

وفورِ[14] عشق نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

[1] اظہار کے لائق
[2] (معشوق کے) ظلم و ستم کا جوہر کنایۃً نگاہِ ناز
[3] جدائی کی آغوش کنایۃً خالی رہنے والی آغوش
[4] مردوں کو گرا دینے والی عشق کی شراب کا مقابل، مراد: عشق کے چیلنج کو قبول کرنے والا
[5] پکار
[6] (عاشق کے مرنے کے بعد) مہر و وفا کو تسلی دینا
[7] دل کا چھپا ہوا گوشہ
[8] نقاب ڈالنے والی
[9] مکر و فریب کرنے والے
[10] دوستوں کا گلدستہ مراد اُن کی یکجائی
[11] خشک گھاس
[12] عشق کی لاچاری
[13] مصیبتوں کی کثرت
[14] محبت کی زیادتی

نہیں ہے سایہ، کہ سن کر نوید مَقدمِ[1] یار
گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار
ہوئی ہے کس قدر ارزانیٔ[2] مَے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار
جو ہے تجھے سرِ[3] سودائے انتظار، تو آ
کہ ہیں دکانِ[4] متاعِ نظر در و دیوار
ہجومِ[5] گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار
وہ آ رہا مرے ہم سایہ میں، تو سائے سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار
نظر میں کھٹکے ہے بِن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار
نہ پوچھ بے خودیِ عیشِ مَقدمِ[6] سیلاب
کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار
نہ کہہ کسی سے کہ غالبؔ نہیں زمانے میں
حریف[7] رازِ محبت مگر در و دیوار

☆☆☆

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

[1] دوست کے آنے کی خوشخبری
[2] (معشوق کے) دیدار کی شراب کا سستا ہونا (وافر ہونا)
[3] (معشوق کے) انتظار کی دُھن
[4] نظر کا مال (بیچنے کے انتظار میں) نظر لگائے رکھنے کی دکان یا جگہ
[5] رونے کی زیادتی
[6] سیلاب آنے (کے وقت) کی خوشی میں خود فراموشی کی کیفیت
[7] محبت کے راز کے حریف



کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقتِ[1] سخن
'جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر'
کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں
لیوے نہ کوئی نام ستم گر کہے بغیر
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے، نہ رہیں پر کہے بغیر
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ[2] کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دُشنہ[3] و خنجر کہے بغیر
ہر چند ہو مشاہدۂ[4] حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
بہرا ہوں میں تو چاہیے، دونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر
غالبؔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

☆☆☆

کیوں جل گیا نہ، تابِ[5] رخِ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقتِ[6] دیدار دیکھ کر

[1] بات کی ہمّت
[2] مراد: عاشق
[3] دَشنہ = خنجر
[4] خدائے تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کو دیکھنا
[5] دوست (معشوق) کے چہرے کی تب و تاب
[6] (معشوق کو) دیکھنے کی ہمت

آتش[1] پرست کہتے ہیں اہلِ جہاں مجھے
سرگرمِ نالہ ہائے[2] شرربار دیکھ کر
کیا آبروے عشق، جہاں عام ہو جفا
رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
آتا ہے میرے قتل کو پُر جوشِ رشک سے
مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق
لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر
وا حسرتا[3] کہ یار نے کھینچا ستم[4] سے ہاتھ
ہم کو حریصِ[5] لذّتِ آزار دیکھ کر
بِک جاتے ہیں ہم آپ، متاعِ[6] سخن کے ساتھ
لیکن عیارِ طبع[7] خریدار دیکھ کر
زُنّار[8] باندھ، سبحۂ صد[9] دانہ توڑ ڈال
رہرو[10] چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار[11] دیکھ کر
کیا بدگماں ہے مجھ سے، کہ آئینے میں مرے
طوطی[12] کا عکس سمجھے ہے زنگار[13] دیکھ کر
گرنی تھی ہم پہ برقِ[14] تجلّی، نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ" ظرفِ قدح[15] خوار" دیکھ کر

1 آگ کو پوجنے والا
2 چنگاریاں برسانے والے نالوں میں مصروف
3 افسوس
4 تکلیف پہنچانے سے رکنا
5 دکھ درد کے لطف کا لالچ
6 سخن کی دولت
7 خریدار کی طبیعت کا معیار
8 وہ دھاگہ جو ہندو گلے اور بغل کے درمیان ڈالے رہتے ہیں
9 سو دانوں کی تسبیح
10 راستہ چلنے والے
11 کانٹوں سے
12 ایک خوش آواز چھوٹا پرندہ
13 زنگ
14 جلوؤں کی بجلی
15 شراب پینے والے کا حوصلہ



سر پھوڑنا وہ! غالبؔ "شوریدہ[1] حال" کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

☆☆☆

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبّت تو گزرتا ہے گماں اور
یا رب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور
ابرو سے ہے کیا اس نگہِ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرّر مگر اس کی ہے کماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
ہر چند سُبک[2] دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں، تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور
ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ[3] فشاں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلّاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ 'ہاں اور'
لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکہ
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

1 پریشان حال
2 ماہر، ہاتھ میں نفاست آنا
3 خوں نابہ خون بہانے والی آنکھیں

لیتا نہ اگر دل تمھیں دیتا، کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھّے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

☆☆☆

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دِن اور
تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور
مٹ جائے گا سَر، گر، ترا پتھر نہ گھِسے گا
ہوں در پہ ترے ناصیہ[1] فرسا کوئی دن اور
آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ 'جاؤں؟'
مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور
جاتے ہوئے کہتے ہو 'قیامت کو ملیں گے'
کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں اے فلکِ پیر! جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑ تا جو نہ مرتا کوئی دن اور
تم ماہِ شبِ[2] چار دہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور

[1] سجدے میں پیشانی رگڑنے والا
[2] چودھویں رات کا چاند (پونم)



تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد[1] کے
کرتا ملکُ الموت تقاضا کوئی دن اور
مجھ سے تمہیں نفرت سہی، نیر سے لڑائی
بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
گزری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور
ناداں ہو جو کہتے ہو کہ 'کیوں جیتے ہیں غالبؔ'
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

☆☆☆

نَے گلِ[2] نغمہ ہوں نہ پردۂ[3] ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز
تو اور آرائشِ[4] خمِ کاکل
میں اور اندیشہ[5] ہائے دور دراز
لافِ[6] تمکیں ، فریبِ[7] سادہ دلی
ہم ہیں ، اور راز ہائے[8] سینہ گداز
ہوں گرفتارِ[9] الفتِ صیّاد
ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز
وہ بھی دن ہو، کہ اس ستم گر سے
ناز کھینچوں ، بجائے[10] حسرتِ ناز

[1] لین دین، معاملت
[2] نغمے کا پھول یعنی نغمہ (املاً: بانسری کا سوراخ)
[3] ساز کا وہ حصہ جس کے ارتعاش سے آواز پیدا ہوتی ہے۔
[4] زلفوں کے پیچ و خم کو سنوارنا
[5] طرح طرح کے اندیشے
[6] بیجا ضبط
[7] فکر کی سادگی کا دھوکہ
[8] سینے کو پگھلانے والے (عشق) کے راز
[9] شکاری کی محبت میں ڈوبا ہوا
[10] (معشوق کے) ناز اٹھانے کی حسرت

نہیں دل میں مرے وہ قطرۂ خون
جس سے مژگاں[1] ہوئی نہ ہو گلباز[2]
اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز
تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو!
ریزشِ[3] سجدۂ جبینِ نیاز
مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا
میں غریب اور تو غریب نواز
اسدؔ اللہ خاں تمام ہوا
اے دریغا[4] وہ رندِ[5] شاہد باز

☆☆☆

کب فقیروں کو رسائی بُتِ[6] مے خوار کے پاس
تونبے[7] بو دیجیے مے خانے کی دیوار کے پاس
مُژدہ ، اے ذَوقِ[8] اسیری ! کہ نظر آتا ہے
دامِ خالی ، قفسِ[9] مُرغِ گرفتار کے پاس
جگرِ[10] تشنۂ آزار ، تسلی نہ ہوا
جُوئے[11] خُوں ہم نے بہائی بُنِ[12] ہر خار کے پاس
مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے !
خُوب وقت آئے تم اِس عاشقِ بیمار کے پاس

۱ پلکیں
۲ پھولوں سے کھیلنے والی
۳ (عاشق کی) نیاز مند پیشانی کے سجدوں کی کثرت
۴ افسوس
۵ معشوق پرست شرابی
۶ مراد: ساقی، معشوق
۷ ایک قسم کا تلخ کدّو جس کا چھلکا سخت ہوتا ہے اور فقیر جسے سکھا کر کشکول بناتے ہیں
۸ گرفتار ہو جانے کی خواہش
۹ قیدی پرندے کا پنجرہ
۱۰ تکلیفوں کا پیاسا، مراد: تکلیف سے لطف اندوز ہونے والا (عاشق)
۱۱ خوں کی ندی
۱۲ ہر کانٹے کی جڑ



مَیں بھی رُک رُک کے نہ مرتا ، جو زباں کے بدلے
دشنہ[1] اِک تیز سا ہوتا مِرے غمخوار کے پاس
دَہَنِ[2] شیر میں جا بیٹھیے ، لیکن اے دل
نہ کھڑے ہو جیے خُوبانِ[3] دل آزار کے پاس
دیکھ کر تجھ کو ، چمن بسکہ نُمو کرتا ہے
خُود بخود پہنچے ہے گُل گوشۂ[4] دستار کے پاس
مر گیا پھوڑ کے سر غالبؔ وحشی ، ہے ہے !
بیٹھنا اُس کا وہ ، آ کر ، تری دِیوار کے پاس

☆☆☆

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک
کیا مزا ہوتا ، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک
گردِ راہِ یار ہے سامانِ[5] نازِ زخمِ دل
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک
مجھ کو ارزانی رہے ، تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بُلبُل کا درد اور خندۂ گُل کا نمک
شورِ[6] جولاں تھا کنارِ بحر پر کس کا کہ آج
گِردِ ساحل ہے بہ زخمِ موجۂ[7] دریا نمک
داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی ، واہ واہ !
یاد کرتا ہے مجھے ، دیکھے ہے وہ جس جا نمک

۱ خنجر
۲ شیر کا جبڑا۔ مراد: بہت بڑی مصیبت
۳ دل دکھانے والے معشوق
۴ عمامے کا گوشہ (شملہ)
۵ دل کے زخم کے ناز کا سامان
۶ (دیوانے کی) زنجیر کا شور
۷ دریا کی موج کا زخم

چھوڑ کر جانا تنِ مجروحِ[1] عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک
غیر کی منت نہ کھینچوں گا پئے توقیرِ[2] درد
زخم، مثلِ خندۂ قاتل ہے سر تا پا نمک
اس عمل میں عیش کی لذّت نہیں ملتی اسدؔ
زورِ نسبت مَے سے رکھتا ہے نصارا کا نمک
یاد ہیں غالبؔ! تُجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا، تو میں پلکوں سے چُنتا تھا نمک

☆☆☆

آہ کو چاہیے اِک عُمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک
دامِ[3] ہر موج میں ہے حلقۂ صد[4] کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گُزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک
عاشقی صبر طلب، اور تمنّا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہونے تک
پرتوِ خُور[5] سے، ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں، ایک عنایت کی نظر ہونے تک

[1] عاشق کا زخمی جسم
[2] درد کی عزت کے واسطے
[3] موج کا ہر جال
[4] سو مگرمچھوں کے جبڑوں کا گھیرا، مراد: مصیبتوں کا گھیرا
[5] سورج کا عکس یا سورج کے جیسا



یک نظر بیش نہیں فُرصتِ ہستی غافل!
گرمیٔ بزم[1] ہے اِک رقصِ[2] شرر ہونے تک
تا قیامت شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر
سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہونے تک
غمِ ہستی کا، اسدؔ! کس سے ہو جُز مرگ، علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

☆☆☆

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ[3] وفائے گُل
بُلبُل کے کاروبار پہ ہیں خندہ[4] ہائے گُل
آزادیٔ[5] نسیم مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دامِ[6] ہوائے گُل
جو تھا، سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا
اے وائے، نالۂ لبِ[7] خونیں نوائے گُل!
خوش حال اُس حریفِ[8] سیہ مست کا، کہ جو
رکھتا ہو مثلِ سایۂ گُل، سر بہ پائے گُل
ایجاد کرتی ہے اُسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفَسِ[9] عطر سائے گُل
شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے
مینائے بے شراب و دلِ[10] بے ہوائے گُل

[1] محفل کا ہنگامہ
[2] چنگاری کا ناچ
[3] گل یعنی معشوق کی محبت کا مارا
[4] گل یعنی معشوق کی (طنزیہ) ہنسی
[5] صبح کی ہوا کا آزاد ہونا یعنی صبح ہوا کا چلنا
[6] گل کی خوشبو کے جال کے حلقے
[7] گل کے خون آلود آواز والے لب کا نالہ
[8] نشے میں چور عاشق
[9] گل کی عطر سی مہکتی سانس مراد: خوشبو
[10] گل کی آرزو سے خالی دل

سطوت سے تیرے جلوۂ حُسنِ[1] غیور کی
خوں ہے مری نگاہ میں رنگِ[2] ادائے گُل
تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکہ کہ آج تک
بے اختیار دوڑے ہے گُل در قفائے[3] گُل
غالبؔ ! مجھے ہے اُس سے ہم آغوشی[4] آرزو
جس کا خیال ہے گُلِ جیبِ[5] قبائے گُل

☆☆☆

از آنجا کہ حسرت[6] کشِ یار ہیں ہم
رقیبِ تمنّائے[7] دیدار ہیں ہم
رسیدن[8] گلِ باغ[9] واماندگی ہے
عبث محمل آرائے[10] رفتار ہیں ہم
نفس ہو نہ معزولِ[11] شعلہ درودن
کہ ضبطِ[12] تپش سے شرر کار ہیں ہم
تغافل کمیں گاہِ[13] وحشت شناسی
نگہبانِ[14] دل ہائے اغیار ہیں ہم
تماشائے[15] گلشن تماشائے[16] چیدن
بہار[17] آفرینا! گنہ گار ہیں ہم
نہ[18] ذوقِ گریباں ، نہ پروائے[19] داماں
نگاہ[20] آشنائے گل و خار ہیں ہم

ا۔ غیرت والے حسن کا جلوہ ۔ یہاں شہرت کی بجائے غرور مراد ہے۔
۲۔ گل کی ادا کا رنگ
۳۔ پھول کی گردن کے پیچھے
۴۔ ہم آغوش ہونے کی آرزو
۵۔ گل کی قبا کے گریبان میں لگا ہوا پھول
۶۔ یار ( کے دیدار ) کی حسرت رکھنے والا
۷۔ (معشوق کے) دیدار کی تمنا کا رقیب
۸۔ پہنچنا
۹۔ تھکن کے باغ کا پھول
۱۰۔ رفتار کا محمل سجانے والے
۱۱۔ شعلہ تراش ( بن جانے ) کے سبب ختم
۱۲۔ (عشق کی ) جلن کو برداشت کرنا
۱۳۔ دیوانگی کو پہچاننے کی پناہ (بہانہ)
۱۴۔ غیروں (رقیبوں) کے دلوں کے نگراں
۱۵۔ باغ کا منظر، باغ میں ہونے والا تماشہ
۱۶۔ چھنا
۱۷۔ بہار کو پیدا کرنے والے
۱۸۔ (لباس کے) گریبان (کو سجانے کا) شوق
۱۹۔ دامن کی فکر
۲۰۔ پھولوں اور کانٹوں کی نگاہ کو پہچاننے والے



اسدؔ شکوہ کفر دعا ناسپاسی
ہجومِ تمنّا سے لاچار ہیں ہم

☆☆☆

وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں
فرصتِ[1] کاروبارِ شوق کسے
ذوقِ[2] نظارۂ جمال کہاں
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شورِ[3] سودائے خطّ و خال کہاں
تھی وہ اک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائی[4] خیال کہاں
ایسا آساں نہیں لہو رونا
دل میں طاقت، جگر میں حال کہاں
ہم سے چھوٹا "قمار[5] خانۂ عشق"
واں جو جاویں ، گرہ میں مال کہاں
فکر دنیا میں سر کھپاتا ہوں
میں کہاں اور یہ وبال کہاں
مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ
اب عناصر میں اعتدال کہاں

☆☆☆

ا۔ (عشق کے) شوق کے معاملات کے لیے بے کار وقت
۲۔ (معشوق کے) حسن و جمال کا نظارا کرنے کی لگن
۳۔ (معشوق کے چہرے کے) خط و خال کے لیے (عاشق کی) دیوانگی کی شدّت
۴۔ فکر وخیال کی دل کشی
۵۔ عشق میں قسمت لڑانے کی جگہ (عشق کا جوا خانہ)

کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

آج ہم اپنی پریشانیٔ[1] خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں ، پر دیکھیے کیا کہتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ[2] رُبا کہتے ہیں

دل میں آ جائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں

ہے پرے سرحدِ[3] ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ[4] نما کہتے ہیں

پائے[5] افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
خارِ[6] رہ کو ترے ہم مہرِ[7] گیا کہتے ہیں

اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا
آگ مطلوب ہے ہم کو ،جو ہَوا کہتے ہیں

دیکھیے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اُس کی ہر بات پہ ہم 'نامِ خدا' کہتے ہیں

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
مر گیا غالبؔ آشفتہ نوا، کہتے ہیں

☆☆☆

[1] دل کی بیقراری
[2] دکھ درد لے جانے والا
[3] سوچ سمجھ کی حد
[4] قبلہ (کارخ) بتانے والا
[5] (عاشق کے) زخمی پاؤں
[6] راستے کا کانٹا
[7] ایک خوشبودار بوٹی جسے پاس رکھنے سے معشوق مہربان ہوتا ہے۔



آبرو کیا خاک اُس گُل کی، کہ گلشن میں نہیں
ہے گریباں ننگِ[1] پیراہن جو دامن میں نہیں

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
رنگ ہو کر اڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں

ہو گئے ہیں جمع اجزائے[2] نگاہِ آفتاب
ذرّے اُس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں

کیا کہوں تاریکیٔ[3] زندانِ غم اندھیر ہے
پنبہ[4] نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں

رونقِ[5] ہستی ہے عشقِ خانہ[6] ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

زخم سِلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذّت زخمِ[7] سوزن میں نہیں

بس کہ ہیں ہم اک بہارِ[8] ناز کے مارے ہوُے
جلوۂ گُل کے سِوا گرد اپنے مدفن میں نہیں

قطرہ قطرہ اک ہیولٰی[9] ہے نئے ناسور کا
خُوں بھی ذوقِ[10] درد سے، فارغ مرے تن میں نہیں

لے گئی ساقی کی نخوت[11] قلزم[12] آشامی مری
موجِ مے کی آج رگ، مِینا کی گردن میں نہیں

ہو فشارِ[13] ضعف میں کیا نا توانی کی نمود؟
قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں

[1] لباس کے لیے شرم (کا باعث)
[2] سورج کی نگاہ کے اجزا یعنی سورج
[3] (عشق کے) غم کے قید خانے کا اندھیرا
[4] کپاس، روئی
[5] زندگی کی چہل پہل
[6] گھر بار کو ویران کرنے والا عشق
[7] سوئی کا زخم
[8] بہار جس پر ناز کیا جائے یا بہار جو ناز کرے
[9] وجود، شے یا مظہر (کی اصل)
[10] درد کا مزہ
[11] غرور
[12] (شراب کا) سمندر پی جانا
[13] کمزوری کے ذریعے بھینچ لیا جانا

تھی وطن میں شان کیا غالبؔ کہ ہو غربت میں قدر
بے تکلّف، ہوں وہ مشتِ[1] خس کہ گل خن[2] میں نہیں

☆☆☆

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عُذرِ مستی ایک دن
غرّۂ[3] اوجِ بِنائے عالمِ امکاں نہ ہو
اِس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن
قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن
نغمہ[4] ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن
دَھول دَھپّا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش[5] دستی ایک دن

☆☆☆

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں
اِک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحاں نہیں
کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا
پرسش ہے اور پائے[6] سخن درمیاں نہیں

۱ تھوڑی سی گھاس یا مٹھی بھر تنکے
۲ گل خن ۔ بھٹّی ،تنور
۳ فانی دنیا کی تعمیر کی بلندی پر مغرور
۴ دکھ درد سے بھرے گیت یعنی دکھ
۵ پہل
۶ زبان کا وسیلہ



ہم کو ستم عزیز، ستم گر کو ہم عزیز
نا مہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں
بوسہ نہیں ، نہ دیجیے دشنام ہی سہی
آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دہاں نہیں
ہر چند جاں گذازیِ[1] قہر و عتاب ہے
ہر چند پشت گرمیِ[2] تاب و تواں نہیں
جاں مطربِ[3] ترانۂ ھَل مِن مَزِید ہے
لب پردہ سنجِ[4] زمزمۂ الاماں نہیں
خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم
دل میں چھری چبھو مژہ گر خونچکاں نہیں
ہے ننگِ[5] سینہ دل اگر آتش کدہ نہ ہو
ہے عارِ[6] دل نفس اگر آذر[7] فشاں نہیں
نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب
سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں
کہتے ہو" کیا لکھا ہے تری سرنوشت[8] میں"
گویا جبیں پہ سجدۂ بت کا نشاں نہیں
پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی
رُوح[9] القدُس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں
جاں ہے بہائے بوسہ[10] ولے کیوں کہے ابھی
غالبؔ کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

☆☆☆

۱ ظلم وستم کے سبب جان کا پگھلنا
۲ (معشوق کے ستم کو) برداشت کرنے کا سہارا
۳ ہل من مزید( یہ جہنم کا قول ہے ، بہ حوالۂ قرآن : کیا اور بھی ہیں کہ انھیں نگل جاؤں) کا ترانہ گانے والی
۴ سکون وآتشی کے گیت کو سمجھنے والا
۵ سینے کے لیے شرم (کا باعث)
۶ دل کے لیے شرم (کا باعث)
۷ آگ اُڑانے والا یا اگلنے والا
۸ تقدیر
۹ حضرت جبریلؑ
۱۰ بوسے کی قیمت

مانع[1] دشت[2] نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکّر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو، کہ جہاں
جادہ غیر از نگہِ دیدۂ تصویر نہیں

حسرتِ لذّتِ[3] آزار رہی جاتی ہے
جادۂ راہِ[4] وفا جز دمِ شمشیر[5] نہیں

رنجِ نومیدیِ[6] جاوید گوارا رہیو
خوش ہوں گر نالہ زبونی کشِ[7] تاثیر نہیں

سر کھجاتا ہے جہاں زخمِ سر اچھا ہو جائے
لذّتِ[8] سنگ بہ اندازۂ[9] تقریر نہیں

جب کرم رخصتِ[10] بیباکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجُز خجلتِ[11] تقصیر نہیں

غالبؔ اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
'آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں'

آئینہ دام کو سبزے میں چھپاتا ہے عبث
کہ پری[12] زادِ نظر قابلِ[13] تسخیر نہیں

مثلِ گُل زخم[14] ہے میرا بھی سناں[15] سے توأم[16]
تیرا ترکش[17] ہی کچھ آبِستنیِ[18] تیر نہیں

میرؔ کے شعر کا احوال کہوں کیا غالبؔ
جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

☆☆☆

۱ حائل
۲ دربدر پھرنا
۳ دکھ درد کے لطف کی حسرت
۴ عشق کی راہ کی طوالت
۵ تلوار کی دھار
۶ مستقل ناامیدی کا دکھ
۷ (نالے کے) اثر کی شمع کشی یعنی اس کا اثر پیدا کرنے میں خراب ہوا جانا
۸ پتھر (سے آئی ہوئی چوٹ) کا مزہ
۹ بیان کرنے کے قابل
۱۰ (عاشق کو) چھیڑ چھاڑ کرنے کی رعایت
۱۱ گناہ کی شرمندگی
۱۲ پری زاد: پری جیسا خوبصورت معشوق نظر کا پری زاد یعنی نظر خود
۱۳ قابو میں کیے جانے کے لائق
۱۴ پھول کی طرح
۱۵ نیزہ
۱۶ جڑواں
۱۷ تیردان
۱۸ تیروں سے حاملہ (تیروں سے بھرا ہوا)



جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں[1] خیاباں اِرم دیکھتے ہیں

دل آشفتگاں[2] خالِ کنجِ[3] دہن کے
سویدا[4] میں سیرِ[5] عدم دیکھتے ہیں

ترے سروِ قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

تماشا کر اے محوِ[6] آئینہ داری
تجھے کس تمنّا سے ہم دیکھتے ہیں

سراغِ تُفِ[7] نالہ لے داغِ دل سے
کہ شب[8] رَو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے[9] اہلِ کرم دیکھتے ہیں

☆☆☆

جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع[10]
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

۱ ہر کیاری میں
۲ پریشان دل والے
۳ دہن کے گوشے کا تِل
۴ دل پر سیاہ نقطہ، شعری اظہار میں عشق کی تب و تاب کے سبب آیا ہوا داغ
۵ ناموجود کی سیر
۶ آئینے دیکھنے میں محو (معشو)
۷ آہ کی گرمی کا پتہ
۸ رات میں چلنے والا مراد آہ و نالہ
۹ لطف و کرم کرنے والوں کا تماشہ
۱۰ سماع کے وقت

رَو میں ہے رخشِ[1] عمر، کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہمِ غیر سے ہُوں پیچ و تاب میں

اصلِ شہود[2] و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نُمودِ[3] صُوَر پر وجودِ[4] بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یُوں حجاب میں

آرائشِ[5] جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

ہے غیبِ[6] غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود[7]
ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں

غالبؔ ندیمِ دوست[8] سے آتی ہے بوئے دوست[9]
مشغولِ حق[10] ہوں ، بندگیٔ بُو تراب[11] میں

☆☆☆

حیراں ہوں ، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو مَیں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو مَیں

۱۔ عمر(کی مدّت) کا گھوڑا یعنی (تیزی سے گزرتی) عمر
۲۔ کس شے کے ظہور کو دیکھنے والے (مشاہدہ کیے جانے کی اصل)
۳۔ صورتوں کا ظہور
۴۔ سمندر کا وجود یعنی خود سمندر
۵۔ (معشوق کا اپنے) حسن و جمال کو سجانا اور سنوارنا
۶۔ افلاطونی نظریے سے مظہر کے عین کا اپنی حقیقت سے ماورا ہونا۔ تصوف کی رو سے حق یا حقیقتِ مطلع کی احدیت کا مقام جو وراء الورا ہے۔
۷۔ ظہور، حقیقت (تصوف کی رو سے ذہنی مظاہر کا موجود سمجھا جانا)
۸۔ دوست کا، مراد رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دوست حضرت علیؓ
۹۔ دوست کی بُو
۱۰۔ ذات حق خدائے تعالیٰ (کی بندگی) میں محو
۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت (رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک بار آپ کے جسم کو گرد آلود دیکھ کر اس کنیت سے نوازا تھا)



چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پُوچھتا ہوں کہ "جاؤں کدھر کو مَیں"

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ تری رہ گزر کو مَیں

ہے کیا، جو کس کے باندھیے میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہیں ہُوں تمھاری کمر کو مَیں

لو، وہ بھی کہہ رہے کہ 'بے ننگ و نام ہے'
یہ جانتا اگر، تو لُٹاتا نہ گھر کو مَیں

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رَو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہُوں ابھی راہبر کو مَیں

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پُوجتا ہوں اس بُتِ[1] بیداد گر کو مَیں

پھر بے خودی میں بھول گیا راہِ کوئے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مَیں

اپنے پہ کر رہا ہُوں قیاس اہلِ دہر کا
سمجھا ہوں دل پذیر متاعِ[2] ہُنر کو میں

غالبؔ خدا کرے کہ سوارِ سمندِ[3] ناز
دیکھوں علی بہادرِ عالی گُہر کو میں

☆☆☆

۱۔ ظلم و ناانصافی کرنے والا۔ مراد: معشوق
۲۔ فن یا کسی خاص اہلیت سے حاصل کردہ مال
۳۔ اتراہٹ کی چال والے یا ناز و غرور کے گھوڑے پر سوار

نالہ جز حسنِ[1] طلب، اے ستم[2] ایجاد نہیں
ہے تقاضائے[3] جفا، شکوۂ[4] بیداد نہیں

عشق و مزدوریِ عشرت[5] گہِ خسرو، کیا خُوب!
ہم کو تسلیم نکو نامیٔ[6] فرہاد نہیں

کم نہیں وہ بھی خرابی میں ، پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

اہلِ[7] بینش کو ہے طوفانِ حوادث مکتب
لطمۂ[8] موج کم از سیلیٔ[9] استاد نہیں

وائے مظلومیٔ تسلیم! وبداحوالِ وفا!
جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں

رنگِ[10] تمکینِ گُل و لالہ پریشاں کیوں ہے ؟
گر چراغانِ سرِ[11] راہ گُزرِ باد نہیں

سَبَدِ گُل[12] کے تلے بند کرے ہے گلچیں[13] !
مژدہ اے مرغ! کہ گلزار میں صیّاد نہیں

نفی سے کرتی ہے اثبات طراوش گویا
دی ہی جائے دہن اس کو دمِ ایجاد "نہیں"

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے ، اس قدر آباد نہیں

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ
تم کو بے مہریٔ یارانِ وطن یاد نہیں ؟

☆☆☆

۱ کسی سے کچھ مانگنے کا اچھا طریقہ (اشارے کنایے سے کچھ مانگنا)
۲ ظلم وستم کے نئے نئے ڈھنگ ایجاد کرنے والا
۳ معشوق سے اصرار کہ جفا کیے جائے
۴ ظلم کی شکایت
۵ شر و پرویز (فرہاد کا رقیب، شیریں کا شوہر بادشاہ ایران) کی عیش گاہ میں ملازمت
۶ فرہاد کی نیک نامی
۷ سوجھ بوجھ رکھنے والے
۸ موج کا تھپڑ
۹ استاد کا طمانچہ
۱۰ گل ولالہ کی غلطی کا رنگ
۱۱ ہوا کی زد میں جلنے والے چراغ
۱۲ پھولوں کی ٹوکری
۱۳ پھول چننے والا



نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں

کوئی کہے کہ 'شبِ مَہ میں کیا بُرائی ہے'
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں

جو آؤں سامنے اُن کے تو مرحبا نہ کہیں
جو جاؤں واں سے کہیں کو تو خیر باد نہیں

کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں ، تو کہتے ہیں
کہ ' آج بزم میں کچھ فتنۂ و فساد نہیں '

علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کُوچۂ مے خانہ نامراد نہیں

جہاں میں ہو غم و شادی بہم، ہمیں کیا کام ؟
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں

تم اُن کے وعدے کا ذکر اُن سے کیوں کرو غالبؔ
یہ کیا؟ کہ تم کہو، اور وہ کہیں کہ "یاد نہیں"

☆☆☆

تیرے توسن[1] کو صبا باندھتے ہیں
ہم بھی مضموں کی ہَوا باندھتے ہیں

آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں

۱ گھوڑا

تیری فرصت کے مقابل اے عُمر!
برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں

قیدِ ہستی سے رہائی معلوم!
اشک کو بے سروپا باندھتے ہیں

نشۂ[1] رنگ سے ہے واشُدِ[2] گل
مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں

غلطی ہائے مضامیں مت پُوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

اہلِ تدبیر کی واماندگیاں[3]
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

سادہ پُرکار ہیں خوباں غالبؔ
ہم سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں

☆☆☆

دائم پڑا ہُوا ترے در پر نہیں ہُوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہُوں میں

کیوں گردشِ[4] مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہُوں میں

یا رب، زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے ؟
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرّر نہیں ہُوں میں

[1] رنگینی (کے سبب پھولوں) کا ناز و غرور
[2] پھول کا کھلنا
[3] تھکن
[4] مسلسل گردش



حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گناہگار ہُوں کافر نہیں ہُوں میں

کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے ؟
لعل و زمرّد و زر و گوہر نہیں ہُوں میں

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھوں سے کیوں دریغ؟
رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہُوں میں؟

کرتے ہو مجھ کو منعِ قدم بوس کس لیے ؟
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہُوں میں ؟

غالبؔ وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہُوں میں

☆☆☆

سب کہاں ؟ کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں !

یاد تھیں ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ[1] طاقِ نسیاں ہو گئیں

تھیں بنات[2] النعشِ گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہوگئیں

قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ[3] زنداں ہو گئیں

[1] رکھ کر بھول جانے والے طاق کی آرایش
[2] آسمان پر نعش اٹھانے والیاں مراد آسمانِ کمال پر طلوع ہونے والے سات ستاروں کو جھرمٹ
[3] قید خانے کے دیوار کی کھڑکیاں

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ[1] ماہِ کنعاں ہو گئیں

جُوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام
قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں

نیند اُس کی ہے، دماغ اُس کا ہے، راتیں اُس کی ہیں
جس کے شانے پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھُل گیا
بلبلیں سُن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

وہ نگاہیں کیوں ہُوئی جاتی ہیں یا رب دل کے پار؟
جو مری کوتاہیٔ قسمت سے مژگاں ہو گئیں

بس کہ روکا میں نے اور سینے میں اُبھریں پَے بہ پَے
میری آہیں بخیۂ[2] چاکِ گریباں ہو گئیں

واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب؟
یاد تھیں جتنی دعائیں صرفِ[3] درباں ہو گئیں

جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آ گیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا، رگِ جاں ہو گئیں

ہم مَوَحّد[4] ہیں ہمارا کیش[5] ہے ترکِ[6] رُسُوم
ملّتیں جب مٹ گئیں اجزائے[7] ایماں ہو گئیں

۱ کنعان کے چاند مراد یوسف علیہ السلام (کے حسن) کے نظارے میں محو
۲ پھٹے ہوئے گریبان کے ٹانکے
۳ دربان کی نذر
۴ توحید کے ماننے والے
۵ مسلک
۶ (غلط) رسموں کو چھوڑنا
۷ اللہ کی ذات پر یقین قائم کرنے والے تصورات



رنج سے خُوگر ہُوا[1] انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

یوں ہی گر روتا رہا غالبؔ تو اے اہلِ جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

☆☆☆

دیوانگی سے دوش پہ زنّار بھی نہیں
یعنی ہمارے جیب میں اک تار بھی نہیں

دل کو نیازِ حسرتِ[2] دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

بے عشق عُمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں
طاقت بہ قدرِلذّتِ آزار بھی نہیں

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ[3] دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

گنجائشِ[4] عداوتِ اغیار اک طرف
یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں

ڈر نالہ ہائے زار سے میرے، خُدا کو مان
آخر نوائے[5] مرغِ گرفتار بھی نہیں

۱ عادی
۲ (معشوق کے) دیدار کی حسرت کی نذر
۳ کندھوں کے لیے مصیبت
۴ رقیبوں سے دشمنی کی اہلیت
۵ قیدی پرندے کی آواز (نالہ وزاری)

دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں[1] سے روکشی
حالانکہ طاقتِ خلشِ[2] خار بھی نہیں
اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خُدا!
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
دیکھا اسدؔ کو خلوت و جلوت میں بارہا
دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

☆☆☆

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار بار۔کوئی ہمیں ستائے کیوں ؟
دَیر نہیں ، حرم نہیں ، در نہیں ، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم، کوئی ہمیں اُٹھائے کیوں ؟
جب وہ جمالِ[3] دل فروز، صورتِ[4] مہرِ نیم روز
آپ ہی خود نظارہ[5] سوز، پردے میں منہ چھپائے کیوں؟
دشنۂ غمزہ[6] جاں[7] ستاں ، ناوکِ[8] ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رُخ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں ؟
قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں ؟
حسن اور اس پہ حسنِ ظن، رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں ؟

۱ سامنا
۲ کانٹے کی چبھن (برداشت کرنے) کی طاقت
۳ دل کو روشن کرنے والا حسن
۴ آدھے دن کا (مراد بہت آب و تاب والا) سورج
۵ (اپنے جمال سے) منظر کو فنا کر دینے والا
۶ ناز و ادا کا خنجر
۷ جان لے جانے والا مراد: اپنا بنانے والا
۸ (معشوق کے) ناز و ادا کا تیر



واں وہ غرورِ[1] عزّ و ناز، یاں یہ حجابِ[2] پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں ، بزم میں وہ بلائے کیوں ؟
ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہوں جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟
غالبِؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا؟ کیجیے ہائے ہائے کیوں ؟

☆☆☆

غنچۂ[3] نا شگفتہ کو دور سے مت دکھا، کہ یُوں
بوسے کو پُوچھتا ہوں مَیں، منہ سے مجھے بتا کہ یُوں
پُرسشِ[4] طرزِ دلبری کیجیے کیا؟ کہ بِن کہے
اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یُوں
رات کے وقت مَے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یاں خدا کرے، پر نہ خدا کرے کہ یُوں
’غیر سے رات کیا بنی‘ یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا، اور یہ دیکھنا کہ یُوں
بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھیے
اُس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدّعا کہ یُوں
میں نے کہا کہ” بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی“
سُن کر ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یُوں ؟

۱ ناز و نعمت کا غرور
۲ (اپنی) خودداری کے لحاظ کا بہانہ
۳ نا کھلا ہوا غنچہ مراد معشوق کا منہ
۴ (معشوق کے) دل لے جانے والی ادا پر سوال

مجھ سے کہا جو یار نے 'جاتے ہیں ہوش کس طرح'
دیکھ کے میری بیخودی، چلنے لگی ہوا کہ یُوں
کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی
آئینہ دار بن گئی حیرتِ نقش[1] پا کہ یُوں
گر تیرے دل میں ہو خیال، وصل میں شوق کا زوال
موجِ محیطِ[2] آب میں مارے ہے دست و پا کہ یُوں
جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کر ہو رشکِ فارسی
گفتۂ[3] غالبؔ ایک بار پڑھ کے اُسے سُنا کہ یُوں

☆☆☆

اپنا احوالِ[4] دلِ زار کہوں یا نہ کہوں
ہے حیا مانعِ[5] اظہار، کہوں یا نہ کہوں
نہیں کرنے کا میں تقریر ادب سے باہر
میں بھی ہوں واقفِ اسرار، کہوں یا نہ کہوں
شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو
اپنی ہستی سے ہوں بیزار، کہوں یا نہ کہوں
اپنے دل ہی سے میں احوالِ گرفتاریِ[6] دل
جب نہ پاؤں کوئی غم خوار، کہوں یا نہ کہوں
دل کے ہاتھوں سے، کہ ہے دشمنِ جانی اپنا
ہوں اک آفت میں گرفتار، کہوں یا نہ کہوں

۱۔ نقشِ ا کا ایک ہی حالت میں پڑا رہنا
۲۔ پانی کے سمندر کی موج
۳۔ غالب کا کہا ہوا (کلام)
۴۔ افسردہ دل کی حالت
۵۔ (دل کا حال) بیان کرنے سے روکنے والی
۶۔ دل کی گرفتاری (عشق میں مبتلا ہونے کا احوال



میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غمّاز
گوش ہیں در پسِ دیوار، کہوں یا نہ کہوں
آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھے تو اسدؔ
حسبِ حال اپنے پھر اشعار، کہوں یا نہ کہوں

☆☆☆

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ[1] ہوں
میں دشتِ غم میں آہوئے[2] صیّاد دیدہ ہوں
ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو
گہ نالۂ[3] کشیدہ، گہ اشکِ[4] چکیدہ ہوں
نے سُبحہ[5] سے علاقہ نہ ساغر سے رابطہ
میں معرضِ[6] مثال میں دستِ[7] بریدہ ہوں
ہوں خاکسار پر نہ کسی سے ہو مجھ کو لاگ
نے دانۂ[8] فتادہ ہوں، نے دامِ[9] چیدہ ہوں
جو چاہیے، نہیں وہ مری قدر و منزلت
میں یوسفِ[10] بہ قیمتِ اوّل خریدہ ہوں
ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ
ہوں میں کلامِ[11] نغز، ولے ناشنیدہ[12] ہوں
اہلِ وَرَع[13] کے حلقے میں ہر چند ہوں ذلیل
پر عاصیوں[14] کے زمرے میں مَیں برگزیدہ[15] ہوں

۱۔ آرام سے، عافیت سے
۲۔ جس ہرن کو شکاری نے تاک لیا اور اس کے تعاقب میں ہو (صیاد کا دیکھا ہوا ہرن)
۳۔ کھینچی ہوئی آہ
۴۔ ٹپکا ہوا آنسو
۵۔ تسبیح
۶۔ مثال کا اظہار
۷۔ کٹا ہوا ہاتھ
۸۔ (شکار کے لیے) گرایا ہوا دانہ
۹۔ چنا ہوا جال
۱۰۔ پہلی قیمت (بولی) میں خرید لیا گیا یوسف (حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں بہ طور غلام فروخت کر دیا گیا تھا) کنایتہً: کم داموں میں خریدی گئی انمول چیز
۱۱۔ بصیرت اور خرد کے مضامین سے پُر شاعری
۱۲۔ نہ سنا ہوا
۱۳۔ متقی اور پرہیز گار لوگ
۱۴۔ گناہ گار
۱۵۔ چنا ہوا، منتخب

ہوں گرمیٔ نشاطِ تصوّر[1] سے نغمہ سنج
میں عندلیبِ گلشنِ[2] نا آفریدہ ہوں
جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن
از بسکہ تلخیٔ غمِ[3] ہجراں چشیدہ ہوں
ظاہر ہیں میری شکل سے افسوس کے نشاں
خارِ الم سے پشت بہ دنداں[4] گزیدہ ہوں
پانی سے سگ گزیدہ[5] ڈرے جس طرح اسدؔ
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ[6] ہوں

☆☆☆

وارستہ[7] اس سے ہیں کہ محبّت ہی کیوں نہ ہو
کیجے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو
چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار، نقشِ محبّت ہی کیوں نہ ہو
ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ
ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو
پیدا ہوئی ہے، کہتے ہیں، ہر درد کی دوا
یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت[8] ہی کیوں نہ ہو
ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہوں خجالت ہی کیوں نہ ہو

۱ خیال کے سرور کی گرمی ،تصور کی کارفرمائی
۲ (ابھی وجود میں نہ آئے باغ کا بلبل (ماورائے حقیقی تصور)
۳ (معشوق سے) جدائی کے غم کی کڑواہٹ چکھا ہوا
۴ دانت کا کاٹا ہوا
۵ جسے کتے نے کاٹا ہو
۶ آدمی کا کاٹا ہوا
۷ آزاد و بے نیاز
۸ محبت کے غم کا علاج



ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ[1] خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
ہنگامۂ[2] زبونیٔ ہمّت ہے ، انفعال[3]
حاصل نہ کیجے دہر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو
وارستگی[4] بہانۂ[5] بیگانگی نہیں
اپنے سے کر، نہ غیر سے، وحشت ہی کیوں نہ ہو
ہوتا ہے فوت فرصتِ[6] ہستی کا غم کوئی ؟
عمرِ عزیز صَرفِ[7] عبادت ہی کیوں نہ ہو
اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسدؔ
اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

☆☆☆

قفس میں ہوں گر اچّھا بھی نہ جانیں میرے شیون[8] کو
مرا ہونا برا کیا ہے نوا سنجانِ[9] گلشن کو
نہیں گر ہمدمی آساں ، نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے
نہ دی ہوتی خدا یا آرزوے دوست، دشمن کو
نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت[10] پر
کیا سینے میں جس نے خوں[11] چکاں مژگانِ[12] سوزن کو
خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو

۱ تصورات کا ہجوم
۲ کم ہمتی کی کثرت
۳ شرمندگی
۴ آزادی
۵ اجنبیت کا بہانہ
۶ زندگی کے وقفے کا خاتمہ
۷ عبادت میں صرف
۸ آہ وزاری
۹ باغ میں گیت گانے والے
۱۰ زخم
۱۱ خون ٹپکانے والا
۱۲ سوئی کی پلک یعنی سوئی

ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں
نہیں دیکھا شناور[1] جوئے[2] خوں میں تیرے توسن[3] کو

ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا
کیا بیتاب کاں میں جنبشِ[4] جوہر نے آہن[5] کو

خوشی کیا، کھیت پر میرے، اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برقِ خرمن[6] کو

وفاداری بہ شرطِ[7] استواری اصلِ[8] ایماں ہے
مَرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھ کو
جہاں تلوار کو دیکھا، جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جویا ہوں جواہر کے
جگر کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو

مرے شاہ سلیماں[9] جاہ سے نسبت نہیں غالبؔ
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

☆☆☆

1 تیراک
2 خون کی ندی
3 گھوڑا
4 (لوہے کے) جوہر کی حرکت
5 لوہا
6 فصل کا ڈھیر
7 ہمیشہ قائم رہنے کی شرط
8 ایمان کی جڑ
9 حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جاہ جلال والا بادشاہ

تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو



بچتے نہیں مواخذۂ[1] روزِ حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

کیا وہ بھی بے گنہ کش[2] و حق نا شناس ہیں
مانا کہ تم بشر نہیں خورشید و ماہ ہو

ابھرا ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار
مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو

جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف، سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

غالبؔ بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں
دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

☆☆☆

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے
صاحب کے ہم نشیں کو کرامات چاہیے

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات[3] چاہیے
بَھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات[4] چاہیے

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

1 قیامت کے دن کا حساب وکتاب
2 بے گناہ کو مارنے اور حق کو نہ پہچاننے والا
3 شراب خانہ
4 مراد: محترم واعظ کفایۃً (معشوق کی) آنکھ جو عاشق کی اور شراب خانے کی حاجتوں کا قبلہ ہے۔

دے داد اے فلک! دلِ حسرت[1] پرست کی
ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات[2] چاہیے
سیکھے ہیں مہ[3] رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

(ق)

سر پائے خم پہ چاہیے ہنگامِ[4] بے خودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
یعنی بہ حسبِ[5] گردشِ پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ[6] مے ذات چاہیے
نشو و نما ہے اصل سے غالبؔ فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

☆☆☆

بساطِ[7] عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن[8] سرنگوں وہ بھی

۱ حسرت میں مبتلا رہنے کو پسند کرنے والا دل
۲ (جو کچھ) چھن گیا یا ختم ہو چکا ہے اس کا بدل
۳ چاند جیسے چہرے والے (معشوق)
۴ نشے کے عالم میں
۵ صفات کے پیمانے مراد: (اللہ تعالیٰ) کے عرفان کے مطابق
۶ وجود حقیقی (کے عرفان) کی شراب
۷ عاجز ہونے کی حیثیت
۸ (بوند) ٹپک پڑنے کے انداز سے



رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلّف سے
تکلّف بر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی
خیالِ[1] مرگ کب تسکیں دلِ آزردہ[2] کو بخشے
مرے دامِ تمنّا میں ہے اک صیدِ[3] زبوں وہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہو گا باعثِ[4] افزائشِ دردِ دروں وہ بھی
نہ اتنا بُرّشِ تیغِ[5] جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی
مَے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں[6] سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں[7] وہ بھی
مجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے
کہیں ہو جائے جلد اے گردشِ گردونِ[8] دوں، وہ بھی!
نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کو آنے کا
کہ میری خواب[9] بندی کے لیے ہو گا فسوں[10] وہ بھی
مرے دل میں ہے غالبؔ شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں، وہ بھی

☆☆☆

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

۱ موت کا خیال
۲ پریشان دل
۳ مجبور شکار
۴ اندرون کے (روحانی) دکھ درد کو بڑھانے کے باعث
۵ ظلم و ستم کے تلوار کی تیزی
۶ آسمان کا ساقی یعنی آسمان
۷ الٹے پڑے ہوئے (شراب کے) پیالے
۸ حقیر آسمان کی گردش
۹ نیند آنے کو (کسی عمل سے) روک دینا
۱۰ جادو

کھلے گا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا یا رب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی
لپٹنا[1] پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
و لے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی
انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیرِ گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی
ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی
لکد کوبِ[2] حوادث کا تحمّل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی
کہوں کیا خوبیِ[3] اوضاعِ ابنائے زماں غالبؔ
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

☆☆☆

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ[4] غم کا حوصلہ
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غم گساری ہائے ہائے
کیوں مری غم خوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے

1. ریشمی کپڑا
2. (زندگی کے) سخت واقعات ، حادثات کا لات مارنا،صدمہ پہنچانا
3. زمانے والوں کے طور طریق کی خوبی (دراصل ان کی خرابی)
4. دکھ درد کی مصیبت



عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے
زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اسے نا سازگاری ہائے ہائے
گل فشانی[1] ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری[2] ہائے ہائے
شرمِ[3] رسوائی سے جا چھپنا نقابِ[4] خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
خاک میں ناموسِ[5] پیمانِ محبّت مل گئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ[6] یاری ہائے ہائے
ہاتھ ہی تیغ آزما[7] کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری[8] ہائے ہائے
کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ برشگال[9]
ہے نظر خو کردۂ[10] اختر شماری ہائے ہائے
گوش مہجورِ[11] پیام و چشم محرومِ[12] جمال
ایک دل تِس پر یہ نا امیدواری ہائے ہائے
عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری[13] ہائے ہائے
گر مصیبت تھی تو غربت میں اٹھا لیتا اسدؔ
میری دلّی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

☆☆☆

1. (معشوق کے) جلوے کے ناز (ناز کے جلوے) کے پھولوں کی برسات
2. لالہ کے پھولوں کی سجاوٹ
3. بدنام ہونے کی شرمندگی
4. مٹی کا پردہ، مراد قبر
5. محبت کے وعدے کی عزت
6. دوستی اور محبت کی روایت
7. تلوار کی تیزی آزمانے والا ، مراد معشوق
8. کام کرنے جانے والا (گہرا) زخم
9. برسات کی اندھیری راتیں
10. تارے گننے (انتظار کرنے) کی عادی
11. جسے (معشوق کا) سندیسہ نہ ملا ہو
12. جسے (معشوق کا) دیدار نہ ہوا ہو
13. (عشق میں) رسوا ہونے کی آرزو

سرگشتگی[1] میں عالمِ ہستی سے یاس ہے
تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے
لیتا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے
کیجے بیاں سرورِ تپِ[2] غم کہاں تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبانِ[3] سپاس ہے
ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانۂ وفا
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس[4] ہے
پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسدؔ
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

☆☆☆

گر خامشی سے فائدہ اخفائے[5] حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے
کس کو سناؤں حسرتِ[6] اظہار کا گلہ
دل فردِ جمع و خرجِ زباں[7] ہائے لال ہے
کس پردے میں ہے آئینہ[8] پرداز اے خدا
رحمت کہ عذر خواہ لبِ بے سوال ہے

۱ پریشانی
۲ (عشق کے) غم کی جلن کا نشہ
۳ شکرگزار زبان
۴ حق کو پہچاننے والا دل
۵ اپنی حالت کو چھپانا
۶ (اپنے دل کی بات/ شکایت کے) اظہار کی حسرت
۷ گونگی زبانوں کے حساب کا کھاتا
۸ آئینے کو سجانے والا



ہے ہے خدا نہ خواستہ وہ اور دشمنی
اے شوقِ[1] منفعل! یہ تجھے کیا خیال ہے
مشکیں لباسِ کعبہ علی کے قدم سے جان
نافِ[2] زمین ہے نہ کہ نافِ[3] غزال ہے
وحشت پہ میری عرصۂ[4] آفاق تنگ تھا
دریا زمین کو عرقِ[5] انفعال ہے
ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ[6] دامِ خیال ہے

☆☆☆

یہ بزمِ مے پرستی، حسرتِ[7] تکلیف بے جا ہے
کہ جامِ بادہ کف[8] بر لب بتقریبِ تقاضا ہے
مری ہستی فضائے[9] حیرت آبادِ تمنّا ہے
جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے
خزاں کیا فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں، قفس ہے، اور ماتم بال و پر کا ہے
وفائے[10] دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم
اثر فریادِ[11] دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے
نہ لائی[12] شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ[13] نومیدی
کفِ[14] افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ[15] تمنّا ہے

☆☆☆

۱ شرمندہ ہو جانے والا شوق
۲ زمین کا مرکزی مقام یعنی کعبۃ اللہ
۳ (مشک والے) ہرن کا نافہ
۴ تمام اطراف کی وسعت
۵ شرمندگی کا پسینہ
۶ تصور کے جال کا حلقہ (خیالی)
۷ تکلیف میں پڑنے کی (غلط) حسرت
۸ لب پر جھاگ لیے، مراد غصے میں
۹ آرزو کی (کثرت سے پیدا) حیرتوں (شدید حیرت) کی فضا
۱۰ معشوقوں کی محبت
۱۱ دکھی دلوں کی فریاد
۱۲ الجھن کی شوخی (اضطراب)
۱۳ نا امیدی کے دکھ کو برداشت کرنا
۱۴ افسوس سے ہاتھ ملنا
۱۵ نئے سرے سے (معشوق کی) تمنا کرنے کا عہد

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلّق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
غیر کو تجھ سے محبّت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق[1] خرام
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

☆☆☆

[1] بجلی کی رفتار سے چلنے والی



ہے آرمیدگی[1] میں نکوہش[2] بجا مجھے
صبحِ وطن ہے خندۂ دنداں[3] نما مجھے

ڈھونڈے ہے اس مغنّیِ آتش نفس[4] کو جی
جس کی صدا ہو جلوۂ برقِ[5] فنا مجھے

مستانہ طے کروں ہوں رہِ[6] وادیِ خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدّعا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

☆☆☆

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاستِ[7] درباں سے ڈر گیا
میں اور جاؤں در سے ترے بِن صدا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ[8] و سجّادہ رہنِ مے
مدّت ہوئی ہے دعوتِ[9] آب و ہوا کیے

بے صرفہ ہی گزرتی ہے، ہو گرچہ عمرِ[10] خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے

[1] آرام، سستی، کاہلی
[2] ڈانٹ، ملامت
[3] ایسی ہنسی جس میں ہنسنے والے کے دانت نظر آئیں
[4] گویّا (گاتے ہوئے) جس کی سانسوں سے آگ نکلے، مراد: جو اپنے گیت سے جذبات کی ترسیل کرے
[5] ہستی کو مٹا دینے والی برق کا نظارہ
[6] خیال کی وادی
[7] پہرے دار کی روک ٹوک
[8] شراب (خریدنے) کے لیے خرقے اور سجادے کو گروی رکھنا
[9] (موسم بہار کی) ہوا اور شراب سے لطف اندوزی
[10] خضر کی طویل عمر

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم[1]
تو نے وہ گنج ہائے[2] گراں مایہ کیا کیے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو ؟
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے؟
صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے
غالبؔ تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

☆☆☆

سادگی پر اس کی، مر جانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے
دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے
بس ہجومِ نا امیدی خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذّت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

۱۔ ملامت کی ہوئی ، استعارةً : ایسا بخیل جو خود پر بھی کچھ خرچ نہ کرے
۲۔ قیمتی خزانے



رنجِ رہ کیوں کھینچیے ؟ واماندگی[1] کو عشق ہے
اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے
جلوہ[2] زارِ آتشِ دوزخ ہمارا دل سہی
فتنۂ شورِ[3] قیامت کس کی آب و ِگل میں ہے
ہے دلِ شوریدۂ[4] غالبؔ طلسمِ پیچ[5] و تاب
رحم کر اپنی تمنّا پر کہ کس مشکل میں ہے

☆☆☆

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی
شق ہو گیا ہے سینہ، خوشا لذّتِ[6] فراغ
تکلیفِ[7] پردہ دارِیِ زخمِ جگر گئی
وہ بادۂ[8] شبانہ کی سر مستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذّتِ[9] خوابِ سحر گئی
اڑتی پھرے ہے خاک مری کوے یار میں
بارے اب اے ہوا! ہوسِ[10] بال و پر گئی
دیکھو تو دل فریبیِ[11] اندازِ نقشِ پا
موجِ[12] خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے[13] شیوہ اہلِ نظر گئی

۱۔ تھکن
۲۔ جہنم کی آگ کی شدت کے منظر کا سلسلہ
۳۔ قیامت کے شور کی مصیبت
۴۔ غالب کا پریشان حال دل
۵۔ بے قراری کی شدید کیفیت
۶۔ وسعت اور کشادگی کے سبب ملنے والا سکون
۷۔ (عشق میں آئے ہوئے) جگر کے زخم کو چھپانے کی تکلیف
۸۔ رات میں پی جانے والی شراب
۹۔ صبح دیر تک سوتے رہنے کا مزہ
۱۰۔ بال و پر رکھنے (اڑنے) کی خواہش
۱۱۔ (معشوق کے) قدموں کے نشانات پڑنے کی خوبصورتی
۱۲۔ معشوق کی چال کی موج
۱۳۔ (حسن کی) صحیح شناخت کرنے والوں کی نظر کی قیمت

نظّارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
فردا و دی[1] کا تفرِقہ یک بار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی
مارا زمانے نے اسدؔاللہ خاں تمہیں
وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی

☆☆☆

تسکیں کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے
حورانِ خلد میں تری صورت مگر ملے
اپنی گلی میں دفن نہ کر مجھ کو بعد قتل
میرے پتے سے غیر کو کیوں تیرا گھر ملے
ساقی گری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے
تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے
تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
فرصت کشاکشِ غمِ پنہاں[2] سے گر ملے
لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

۱ آنے والا اور گزرا ہوا دن (کل)
۲ (دل میں) چھپے ہوئے (عشق کے) غم کی پریشانی



اے ساکنانِ کوچۂ[1] دل دار دیکھنا
تم کو کہیں جو غالبؔ آشفتہ سر ملے

☆☆☆

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے
آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوزِ غم[2] ہائے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے
دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
قاطعِ[3] اعمار ہیں اکثر نجوم
وہ بلائے آسمانی اور ہے
ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

☆☆☆

کوئی امیّد بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

۱ معشوق کی گلی میں رہنے والے
۲ (عشق کے) چھپے ہوئے غموں کی جلن
۳ عمروں کو کاٹنے والے (زندگی کو ختم کرنے والے)

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
میری آواز گر نہیں آتی
داغِ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

☆☆☆



دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے ؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے ؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدّعا کیا ہے
جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے ؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ؟
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے ؟
شکنِ[1] زلفِ عنبریں کیوں ہے
نگہِ چشمِ[2] سرمہ سا کیا ہے ؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ؟
ابر کیا چیز ہے ؟ ہوا کیا ہے ؟
ہم کو ان سے وفا کی ہے امیّد
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے ؟
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہو گا
اَور درویش کی صدا کیا ہے ؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے ؟

۱ عنبر کی خوشبو میں بسی زلف کے پیچ زخم
۲ سرمہ آلود آنکھ کی نگاہ

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

☆☆☆

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے
سینہ جویائے[1] زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ[2] فصلِ لالہ کاری ہے
قبلۂ[3] مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردۂ[4] عماری ہے
چشم دلّالِ جنسِ[5] رسوائی
دل خریدارِ[6] ذوقِ خواری ہے
وُہ ہی صد رنگ نالہ[7] فرسائی
وُہ ہی صد گونہ اشک باری ہے
دل ہوائے[8] خرامِ ناز سے پھر
محشرستانِ[9] بیقراری ہے
جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے
روزِ بازارِ[10] جاں سپاری ہے
پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

۱ گہرا زخم تلاش کرنے والا
۲ لالہ کے (پھول) کھلنے کے زمانے کی آمد
۳ (عاشق کی) نیاز مند نگاہ کے مقصد کا قبلہ مراد جس کی طرف نگاہ لگی ہو
۴ پردہ نشیں معشوق کے قیام کے مقام پر پڑا ہوا پردہ
۵ رسوائی کے مال کی دلال
۶ رسوائی کے مزے کا خریدار یعنی رسوائی کا خریدار
۷ نالہ کھینچنے والے
۸ (معشوق کی) ناز و ادا والی چال (دیکھنے کی) خواہش
۹ بے تابیوں کے جمع ہونے کا مقام
۱۰ جان دینے کا بازار کا دن



پھر کھلا ہے درِ عدالتِ[1] ناز
گرم[2] بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ[3] داری ہے
پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب
اشک باری کا حکم جاری ہے
دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے
بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

☆☆☆

ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ[4] وصال نہ نظّارۂ[5] جمال
مدّت ہوئی کہ آشتیِ چشم[6] و گوش ہے
مے نے کِیا ہے حسنِ[7] خود آرا کو بے حجاب
اے شوق یاں اجازتِ تسلیمِ[8] ہوش ہے

۱ (معشوق کے) ناز و ادا کی عدالت کا دروازہ
۲ (حسن کے) دربار کے قانون کی بجا آوری کی سرگرمیاں
۳ افسری
۴ (معشوق سے) ملنے کی خوشخبری
۵ (معشوق والے) حسن کا دیدار
۶ آنکھ اور کان کا سکون و قرار، مراد: پورے جسم کا سکون
۷ اپنی آرایش میں محو حسن
۸ ہوش و حواس کو ترک کرنے کی اجازت

گوہر کو عقدِ[1] گردنِ خوباں میں دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش[2] ہے

دیدار بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست
بزمِ خیال مے کدۂ[3] بے خروش ہے

ق

اے تازہ واردانِ بساطِ[4] ہوائے دل
زنہار گر تمہیں ہوسِ نائے[5] و نوش ہے

دیکھو مجھے ! جو دیدۂ عبرت[6] نگاہ ہو
میری سنو! جو گوشِ نصیحت[7] نیوش ہے

ساقی بہ جلوہ دشمنِ[8] ایمان و آگہی
مطرب[9] بہ نغمہ رہزنِ تمکین[10] و ہوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ[11] بساط
دامانِ[12] باغبان و کفِ گل فروش[13] ہے

لطفِ خرامِ[14] ساقی و ذوقِ صدائے چنگ[15]
یہ جنّتِ[16] نگاہ وہ فردوسِ[17] گوش ہے

یا صبح دم جو دیکھیے آ کر تو بزم میں
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغِ فراقِ صحبتِ[18] شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ[19] خامہ نوائے[20] سروش ہے

☆☆☆

1. معشوقوں کی گردن میں (موتیوں کا) ہار
2. موتی بیچنے والے کی خوش نصیبی
3. شراب خانہ جس میں کوئی شور نہ ہو
4. دل (عشق) کی ہوا (بیماری) کی بساط پر نئے نئے آنے والے، مراد نئے عاشق
5. (نغمہ) سننے اور (شراب) پینے کی آرزو
6. عبرت قبول کرنے والی آنکھ
7. نصیحت سننے والا کان
8. عقل و شعور اور اعتقاد کا دشمن
9. گانے والا
10. عظمت اور ہوش مندی کو لوٹ لینے والا
11. (بچھائے گئے) فرش کا کونا
12. باغبان کا (پھولوں سے بھرا ہوا) دامن
13. پھول بیچنے والے کا ہاتھ
14. ساقی کی چال کا مزہ
15. چنگ (ایک ساز) کی آواز (موسیقی) سننے کا شوق
16. نگاہ کی جنت جسے دیکھ کر جنت کا سرور آئے
17. سننے کے لیے جنت کی طرح دلکش
18. رات کی مجلس (والوں کے) بچھڑنے کا دکھ درد
19. قلم کی آواز
20. فرشتے کی آواز



جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
جاں کالبدِ صورتِ[1] دیوار میں آوے

سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر
تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار میں آوے

تب نازِ گراں[2] مایگیِ اشک بجا ہے
جب لختِ جگر دیدۂ خوں بار میں آوے

دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھ کو مزہ بھی مرے آزار میں آوے

اس چشمِ فسوں گر کا اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب
اک آبلہ پا وادیِ پر خار میں آوے

مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تنِ نازک
آغوشِ[3] خمِ حلقۂ زُنّار میں آوے

غارت گرِ[4] ناموس نہ ہو گر ہوسِ[5] زر
کیوں شاہدِ[6] گل باغ سے بازار میں آوے

تب چاکِ گریباں کا مزا ہے دلِ ناداں
جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوے

آتش کدہ ہے سینہ مرا رازِ نہاں سے
اے وائے اگر معرضِ اظہار میں آوے

1. دیوار پر بنی ہوئی تصویر کا جسم
2. آنسوؤں کے قیمتی ہونے کا غرور
3. زُنّار کا گھیرا
4. عزت و آبرو کو برباد کرنے والی
5. دولت کی حرص
6. پھول جیسا معشوق

گنجینۂ[1] معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

☆☆☆

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال[2] اچھا ہے
اس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم[3] سے مرا جامِ سفال[4] اچھا ہے
بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے
ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھیے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ، جس کا مآل اچھا ہے

۱ معنی کا خزانہ
۲ بلندی کے وقت
۳ جمشید کا مخفف (فارس کا ایک بادشاہ)
۴ مٹی کا جام



خضر سلطاں کو رکھے خالقِ اکبر سرسبز
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے
ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

☆☆☆

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلّی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
خارِ[1] خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے
شوق گلچینِ[2] گلستانِ تسلّی نہ سہی
مے پرستاں خُمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے
ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی
نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغِ صحرا
گر نہیں شمعِ سیہ[3] خانۂ لیلیٰ نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستائش کی تمنّا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی؟ نہ سہی
عشرتِ[4] صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو
نہ ہوئی غالبؔ اگر عمرِ طبیعی[5] نہ سہی

☆☆☆

۱ (معشوق کے) دیدار کی حسرت (کے دکھ) کی الجھن
۲ (دیدار سے) تسلی کے باغ کے پھول چننے والا
۳ لیلیٰ کے سیہ خانے (عاشق کے ہجر کے سبب گھر کی ویرانی) کی شمع
۴ معشوقوں کی صحبت کا عیش
۵ زندگی کی عمر (زمانہ)

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے
کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے

قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ[1] بادۂ الفت
فقط خراب لکھا، بس نہ چل سکا قلم آگے

غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ[2] عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذّتِ الم آگے

خدا کے واسطے داد اس جنونِ[3] شوق کی دینا
کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے
تمہارے آئیو اے طرّہ[4] ہائے خم بہ خم آگے

دل و جگر میں[5] پَر افشاں جو ایک موجۂ[6] خوں ہے
ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے

قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالبؔ
ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

☆☆☆

[1] عشق کی شراب سے خراب حال
[2] عشق کی لذت
[3] اضطراب/تڑپ
[4] (بالوں کا) پیچ وخم بھرا طرّاره
[5] پر پھڑ پھڑاتا ہوا (گھبرایا ہوا)
[6] خون کی موج

شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گِلا ہوتا ہے

پُر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے



گو سمجھتا نہیں پر حسنِ[1] تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سر گرمِ جفا ہوتا ہے

عشق کی راہ میں ہے چرخِ مکوکبِ[2] کی وہ چال
سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ[3] بیداد کہ ہم
آپ اٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بد خواہ
کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

خامہ میرا کہ وہ ہے باربُدِ[4] بزمِ سخن
شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہِ کواکب سپہِ[5] مہرِ علَم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال
آستاں پر ترے مہ ناصیہ[6] سا ہوتا ہے

میں جو گستاخ ہوں آئینِ[7] غزل خوانی میں
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق[8] فزا ہوتا ہے

[1] بدلہ دینے کا اچھا طریقہ
[2] تاروں بھرا آسمان
[3] (معشوق کے) ظلم کے تیر کا نشانہ
[4] شاعری کی محفل کا مغنی (باربُد: خسرو پرویز کا درباری شاعر)
[5] ستاروں کی فوج اور سورج کے پھریرے والا بادشاہ
[6] سر جھکانا
[7] غزل پڑھنے کا اصول
[8] ذوق و شوق کو بڑھانے والا

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ[1] نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

☆☆☆

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تند خو کیا ہے
یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے
وگرنہ خوفِ[2] بد آموزیِ عدو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہمارے جَیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہاں، دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ[3] مشک بو کیا ہے
پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

[1] کڑوی باتیں کہنا
[2] (معشوق کو عاشق کے خلاف) رقیب کے ذریعے کچھ برا سمجھانے کا خوف
[3] مُشک کی خوشبو میں بسی ہوئی سرخ شراب



رہی نہ طاقتِ[1] گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

☆☆☆

غیر لیں محفل میں بوسے جام کے
ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے
خستگی[2] کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ
ہتھکنڈے ہیں چرخِ نیلی[3] فام کے
خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم
دھوئے دھبّے جامۂ احرام کے
دل کو آنکھوں نے پھنسایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے
شاہ کے ہے غسلِ صحت کی خبر
دیکھیے کب دن پھریں حمّام کے
عشق نے غالبؔ نکمّا کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

☆☆☆

[1] بات کہنے کی طاقت
[2] کمزوری
[3] نیلے رنگ والا (کنایتہً منحوس) آسمان

کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلشِ[1] غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ
دیکھ خوں[2] نابہ فشانی میری
کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار
مگر آشفتہ[3] بیانی میری
ہوں ز خود رفتۂ[4] بیدائے خیال
بھول جانا ہے نشانی میری
متقابل ہے مقابل میرا
رک گیا دیکھ روانی میری
قدرِ[5] سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں
سخت ارزاں ہے گرانی میری
گرد[6] بادِ رہِ بیتابی ہوں
صرصرِ[7] شوق ہے بانی میری
دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا
کھل گئی ہیچ[8] مدانی میری
کر دیا ضعف نے عاجز غالبؔ
ننگِ پیری ہے جوانی میری

☆☆☆

۱ (معشوق کے) خون بہانے (زخم دینے) والے ناز و ادا کی خلش
۲ (عاشق کا اپنے زخموں سے) خالص خون بہانا
۳ بے ربط اظہار خیال
۴ خیال کے سحرا میں اپنے آپ سے گم کردہ (اپنے خیالوں میں کھویا ہوا)
۵ راستے میں پڑے ہوئے پتھر کی حیثیت
۶ بے قراری کی راہ کی آندھی (بیتابی کا شدت کا استعارہ)
۷ بے قراری کی آندھی
۸ بے علمی/ نادانی



چاہیے اچھّوں کو ، جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے
صُحبتِ[1] رنداں سے واجب ہے حَذر[2]
جائے مے ، اپنے کو کھینچا چاہیے
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل ؟
بارے اب اِس سے بھی سمجھا چاہیے !
چاک مت کر جیب ، بے[3] ایامِ گُل
کُچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھُپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
دُشمنی نے میری ، کھویا غیر کو
کِس قدر دُشمن ہے ، دیکھا چاہیے
اپنی، رُسوائی میں کیا چلتی ہے سَعی
یار ہی ہنگامہ[4] آرا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے
غافل ، اِن مہ طلعتوں[5] کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہیں خُوبرُویوں[6] کو اسدؔ
آپ کی صُورت تو دیکھا چاہیے

☆☆☆

۱ شرابیوں کی محبت
۲ احتیاط
۳ گل کھلنے کے زمانے کے بغیر
۴ شور شرارت کرنے والا
۵ چاند جیسے چہرے والوں (معشوقوں)
۶ دلکش چہرے والوں (معشوقوں)

نکتہ چیں[1] ہے ، غمِ دل اُس کو سُنائے نہ بنے
کیا بنے بات ، جہاں بات بنائے نہ بنے

میں بُلاتا تو ہوں اُس کو ، مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جائے کُچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے ، کہیں چھوڑ نہ دے ، بھول نہ جائے
کاش ! یُوں بھی ہو کہ بِن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ ، اگر
کوئی پُوچھے کہ یہ کیا ہے ، تو چھُپائے نہ بنے

اِس نزاکت کا بُرا ہو ، وہ بھلے ہیں ، تو کیا
ہاتھ آویں ، تو اُنھیں ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے
پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اُٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھوں ؟ کہ بِن آئے نہ رہے
تم کو چاہوں ؟ کہ نہ آؤ ، تو بُلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اُٹھائے نہ اُٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتش غالبؔ !
کہ لگائے نہ لگے ، اور بُجھائے نہ بنے

☆☆☆

۱ عیب ڈھونڈنے والا



دیا ہے دل اگر اُس کو ، بشر ہے ، کیا کہیے
ہوا رقیب ، تو ہو ، نامہ بر ہے ، کیا کہیے

یہ ضد کہ آج نہ آوے ، اور آئے بِن نہ رہے
قضا سے شکوہ ہمیں کِس قدر ہے ، کیا کہیے !

رہے ہے یوں گہِ و بے گہ ، کہ کُوئے دوست کو اب
اگر نہ کہیے کہ دُشمن کا گھر ہے ، کیا کہیے !

زہے کرشمہ کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب
کہ بن کہے ہی انھیں سب خبر ہے ، کیا کہیے

سمجھ کے کرتے ہیں ، بازار میں وہ پُرسشِ حال
کہ یہ کہے کہ ، سرِ رہگزر ہے ، کیا کہیے ؟

تمہیں نہیں ہے سرِ رشتۂ[1] وفا کا خیال
ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے ، مگر ہے کیا؟ کہیے !

اُنہیں سوال پہ زعمِ جنوں[2] ہے ، کیوں لڑیئے
ہمیں جواب سے قطعِ[3] نظر ہے ، کیا کہیے ؟

حَسد ، سزائے[4] کمالِ سخن ہے ، کیا کیجے
سِتم ، بہائے[5] متاعِ ہُنر ہے ، کیا کہیے !

کہا ہے کِس نے کہ غالبؔ بُرا نہیں ، لیکن
سوائے اس کے کہ آشفتہ[6] سر ہے ، کیا کہیے

☆☆☆

۱ محبت کے تعلق کی ڈور
۲ دیوانگی کا غرور
۳ بے پروائی
۴ فنِ شعر میں کمال حاصل کرلینے کی سزا
۵ ہنرمند ہونے کی قیمت
۶ پریشانی میں مبتلا

بازیچۂ[1] اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستیِ[2] اشیا مرے آگے
ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
سچ کہتے ہو خود بین وخود آرا ہوں ، نہ کیوں ہوں
بیٹھا ہے بتِ آئینہ[3] سیما مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل[4] افشانیِٔ گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ[5] صہبا مرے آگے
نفرت کا گماں گزرے ہے، میں رشک سے گزرا
کیونکر کہوں ، لو نام نہ ان کا مرے آگے
ایماں مجھے روکے ہے ، تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے
عاشق ہوں پہ معشوق فریبی[6] ہے مرا کام
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلےٰ مرے آگے

۱ بچوں کا معمولی کھیل یا کھلونا
۲ چیزوں کا وجود
۳ آئینے جیسی روشن پیشانی والا معشوق
۴ بات کرتے ہوئے پھول لٹانے کا انداز یعنی مخاطب کو متاثر کرنے کا انداز
۵ ایک قسم کی سرخ شراب کا پیانہ
۶ معشوق کوفریب دینا



خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
آئی شبِ[1] ہجراں کی تمنا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ[2] خوں کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے !
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے
ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

☆☆☆

کہوں جو حال تو کہتے ہو "مدعا کہیے"
تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے ؟
نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ "ہم ستمگر ہیں"
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو "بجا" کہیے
وہ نیشتر[3] سہی پر دل میں جب اتر جاوے
نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے
نہیں ذریعۂ[4] راحت جراحتِ[5] پیکاں
وہ زخمِ تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیے
جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیے
جو نا سزا کہے اس کو نہ نا سزا کہیے

۱ جدائی کی رات
۲ خون کا دریا
۳ نشتر
۴ سکون وقرار کا ذریعہ
۵ تیر کا زخم

کہیں حقیقتِ[1] جانکاہیِ مرض لکھیے
کہیں مصیبتِ[2] نا سازیِ دوا کہیے
کبھی شکایتِ[3] رنجِ گراں نشیں کیجے
کبھی حکایتِ[4] صبرِ گریز پا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
نہیں نگار کو الفت، نہ ہو، نگار تو ہے !
روانیِ[5] روش و مستیِ[6] ادا کہیے
نہیں بہار کو فرصت، نہ ہو بہار تو ہے !
طراوتِ[7] چمن و خوبیِ[8] ہوا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالبؔ
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے !

☆☆☆

جب تک دہانِ[9] زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ[10] سخن وا کرے کوئی
عالم غُبارِ وحشتِ[11] مجنوں ہے سر بسر
کب تک خیالِ[12] طرّۂ لیلیٰ کرے کوئی
افسردگی نہیں طرب[13] انشاے التفات
ہاں درد بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

۱۔ مرض (عشق) کی جان لیوا تکلیف کا حال
۲۔ دوا کے بے اثر ہونے کی شکایت
۳۔ بھاری بوجھ والے دکھ کی شکایت
۴۔ نہ ٹھہرنے والے صبر کی کہانی
۵۔ (معشوق کی) چال (رفتار) کی خوش آہنگی
۶۔ (معشوق کے) ناز و اداز کا عالم
۷۔ باغ کی تروتازگی
۸۔ ہوا کی تازگی
۹۔ زخم کا منہ یعنی زخم
۱۰۔ شعر گوئی کی راہ، استعارۃً فن شعر
۱۱۔ مجنوں کی دیوانگی سے پیدا غبار
۱۲۔ لیلیٰ کے طرّے (سر کی سجاوٹ) کا تصور
۱۳۔ (معشوق کے) لطف وکرم کی مسرت چاہنے والی



رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عُقدۂ[1] دل وا کرے کوئی
چاکِ جگر سے جب رہِ[2] پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جَیب کو رسوا کرے کوئی
لختِ جگر سے ہے رگِ[3] ہر خار شاخِ گل
تا چند باغبانیِ[4] صحرا کرے کوئی
ناکامیِ[5] نگاہ ہے برقِ[6] نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
ہر سنگ وخشت ہے صدفِ[7] گوہرِ شکست
نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی
سَر بَر[8] ہوئی نہ وعدۂ صبر[9] آزما سے عُمر
فُرصت کہاں کہ تیری تمنّا کرے کوئی
ہے وحشتِ[10] طبیعتِ ایجاد یاس[11] خیز
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
بیکاریِ[12] جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی
حسنِ[13] فروغِ شمعِ سُخن دور ہے اسدؔ
پہلے دلِ گداختہ[14] پیدا کرے کوئی

☆☆☆

۱۔ دل کی الجھن
۲۔ (عاشق کا احوال) پوچھنے کی راہ/سبیل
۳۔ ہر کانٹے کی رگ
۴۔ ریگستان میں پھول کھلانے کی کوشش
۵۔ (معشوق حقیقی کا دیدار کرنے میں) نگاہ کی ناکامی
۶۔ حسن کے دیدار کو جلا دینے والی بجلی
۷۔ (انا کے) ٹوٹ جانے والے موتی کی سیپ
۸۔ (عمر) بسر ہوئی
۹۔ وعدہ جس کے پورا ہونے کے لیے صبر کرنا پڑے یا ایسا وعدہ جو پورا نہ ہو
۱۰۔ اظہار کرنے والی طبیعت کی دیوانگی
۱۱۔ ناامیدی کو بڑھانے والی
۱۲۔ جنوں کے عالم میں بے کار رہنا
۱۳۔ شاعری کی شمع کی آب وتاب کا حسن
۱۴۔ پگھلتا ہوا (نرم) دل

ابنِ[1] مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
بات پر واں زبان کٹتی ہے
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
نہ سنو اگر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی
جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

☆☆☆

ا۔ مریم کا بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام



بہت سہی غمِ گیتی، شراب کم کیا ہے ؟
غُلامِ ساقئ کوثر ہوں ، مجھ کو غم کیا ہے
تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم، کیا ہے
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے
کٹے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلاوے
کوئی بتاؤ کہ وہ زُلفِ[1] خم بہ خم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکامِ[2] طالعِ مولود
کسے خبر ہے کہ واں جنبشِ قلم کیا ہے ؟
نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے ؟
وہ داد و[3] دید گراں مایہ شرط ہے ہمدم
وگرنہ مُہرِ[4] سلیمان و جامِ[5] جم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالبؔ کی آتش[6] افشانی
یقین ہے ہم کو بھی، لیکن اب اس میں دم کیا ہے

☆☆☆

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اُس کی گردن پر
وہ خوں، جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دم بہ دم نکلے؟

ا۔ پیچ دار زلف
۲۔ پیدا ہونے والے کی قسمت کا احکام
۳۔ انصاف اور (رعایا کی) زبردست خبر گیری
۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کی نشانی (انگوٹھی)
۵۔ جم (جمشید کا مخفف) کا جام جمشید فارس کا ایک بادشاہ کا نام۔
۶۔ آگ کا بھڑکانا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پُر پیچ[1] و خم کا پیچ و خم نکلے

مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے

ہوئی اِس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی
پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی[2] کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ[3] تیغِ ستم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

ذرا کر زور سینے پر کہ تیر پر ستم نکلے
جو وہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

کہاں میخانے کا دروازہ غالبؔ! اور کہاں واعظ
پر اِتنا جانتے ہیں، کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

☆☆☆

۱ بالوں کا پیچ وخم بھرا طرارہ
۲ کمزوری
۳ (معشوق کے) ستم کی تلوار کے مارے



آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ہے انتظار سے شرر آبادِ[1] رُست خیز
مژگانِ[2] کوہکن رگِ[3] خارا کہیں جسے

کس فرصتِ وصال پہ ہے گل کو عندلیب
زخمِ[4] فراق خندۂ[5] بے جا کہیں جسے

یا رب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
یہ محشرِ[6] خیال کہ دنیا کہیں جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں
گلدستۂ[7] نگاہ سویدا کہیں جسے

پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت[8] میں اے خدا
افسونِ[9] انتظار، تمنا کہیں جسے

سر پر ہجومِ[10] دردِ غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشتِ[11] خاک کہ صحرا کہیں جسے

ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ[12] عناں گسیختہ، دریا کہیں جسے

درکار ہے شگفتنِ[13] گلہائے عیش کو
صبحِ[14] بہار پنبۂ مینا کہیں جسے

غالبؔ برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

☆☆☆

۱ قیامت (کے دن) جیسی چنگاریاں
۲ پتھر توڑنے والے کی پلکیں
۳ پتھر کی رگ
۴ (معشوق سے) جدائی کا غم
۵ بے سبب ہنسی
۶ تصورات کا ہجوم
۷ نگاہوں کی یکجائی
۸ محبت (کرنے والے عاشق) کے کان
۹ (طویل) انتظار کی (طویل) حیرت زدگی
۱۰ بے وطنی کے دکھوں کی کثرت
۱۱ مٹھی بھر خاک
۱۲ لگام ٹوٹا ہوا (بے اختیار) شوق
۱۳ عیش و آرام کے پھولوں کا کھلنا
۱۴ (شراب کی) صراحی کے منہ پر رکھی ہوئی کپاس سے پیدا بہار کی صبح

غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام، بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے، حیا آتی ہے ورنہ
یوں ہے کہ مجھے دُردِ[1] تہِ جام بہت ہے

نَے تیر کماں میں ہے، نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی[2]
پاداشِ[3] عمل کی طمعِ[4] خام بہت ہے

ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں ؟
پابستگیِ[5] رسم و رہِ عام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے ؟
آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے

ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو
انکار نہیں اور مجھے اِبرام[6] بہت ہے

خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ
رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالبؔ کو نہ جانے ؟
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

☆☆☆

۱ جام کی تہہ میں پڑی ہوئی شراب
۲ دکھاوے کا
۳ (اکثر برے) عمل کا بدلہ
۴ فضول لالچ
۵ رسم وراہ (میل جول) کے عام رشتے
۶ شکایت



مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت[1] لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ[2] مژگاں کیے ہوئے

پھر وضعِ احتیاط[3] سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

پھر گرمِ[4] نالہ ہائے شرر بار ہے نفَس
مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کیے ہوئے

پھر پرسشِ[5] جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد[6] ہزار نمک داں کیے ہوئے

پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں[7] بہ خونِ دل
سازِ[8] چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

دل پھر طوافِ کوئے[9] ملامت کو جائے ہے
پندار[10] کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرضِ متاعِ[11] عقل و دل و جاں کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

۱ ٹکڑے ٹکڑے جگر
۲ پلکوں کو دعوت (کہ خونِ جگر پییں)
۳ قابو رکھنے کی کوشش
۴ چنگاری برسانے والے نالوں میں محو
۵ دل کے زخم کا حال پوچھنا
۶ سو ہزار (بے شمار) نمکدانوں (کفایۃً : تکلیفوں) کا اہتمام
۷ پلکوں کا قلم
۸ دامن پہ نقش و نگار بنانے کا سامان
۹ رسوا کرنے والی (عشق کی) گلی کا پھیرا
۱۰ غرور
۱۱ (عشق میں لٹا دیے جانے کے لائق) جان و دل اور عقل کے اسباب کی نمائش

پھر چاہتا ہوں نامۂ[1] دلدار کھولنا
جاں نذرِ دلفریبیِ[2] عنواں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں[3] کیے ہوئے

اک نوبہارِ[4] ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ[5] فروغ مے سے گلستاں کیے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ[6] بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت، کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

غالبؔ ہمیں نہ چھیڑ، کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ[7] طوفاں کیے ہوئے

☆☆☆

نویدِ[8] امن ہے بیدادِ[9] دوست جاں کے لیے
رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لیے

بلا سے !گر مژۂ[10] یار تشنۂ[11] خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی ہی مژگانِ خوں[12] فشاں کے لیے

۱ معشوق کا خط
۲ (خط پر معشوق کے) پتے کی پیاری خوش خط تحریر پر قربان
۳ پلکوں کی چھریاں
۴ ناز و ادا کرنے والا نوعمر (معشوق)
۵ شراب پینے سے چہرے پر شادابی
۶ (معشوق کے) دربان کے رحم و کرم پر
۷ طوفان اٹھانے کا ارادہ
۸ (عاشق کے) سکون و قرار کی خوشخبری
۹ معشوق کا ظلم
۱۰ معشوق کی پلک
۱۱ خون کی پیاسی
۱۲ خون چھڑکنے والی پلکیں



وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ[1] خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاوداں کے لیے

رہا بلا میں بھی، میں مبتلائے آفتِ[2] رشک
بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لیے

فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے، کہ میں ہی نہیں
درازِ[3] دستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر[4]
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ[5] تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

دیا ہے خلق کو بھی، تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمّل حسین خاں کے لیے

زباں پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

نصیرِ دولت و دیں اور معینِ ملّت و ملک
بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستاں کے لیے

زمانہ عہد میں اُس کے ہے محوِ[6] آرائش
بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

۱ لوگوں کے جانے پہچانے
۲ حسد کی مصیبت میں مبتلا
۳ قاتل (معشوق) کے ہاتھ کا لمبا ہونا، محاورۃ: قتل کے لیے ظلم و ستم ڈھانا
۴ قیدی پرندہ
۵ (اظہار کے لیے ناکافی) غزل کی تنگ ہیئت
۶ (خود کو) سنوار نے میں مصروف

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ[1] بیکراں کے لیے
ادائے[2] خاص سے غالبؔ ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے[3] عام ہے یارانِ[4] نکتہ داں کے لیے

☆☆☆

## بیانِ مصنّف (گزارشِ غالبؔ)

منظور ہے گُزارشِ[5] احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حُسنِ[6] طبیعت نہیں مجھے
سَو پُشت سے ہے پیشۂ[7] آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے
آزادہ رَو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کُل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش[8] کا خیال؟
یہ تاب ، یہ مجال ، یہ طاقت نہیں مجھے
جامِ[9] جہاں نُما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند[10] اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

۱ وسیع سمندر
۲ خاص انداز
۳ عام دعوت
۴ (حکمت و ہنر کی) باریکیوں کو جاننے والے
۵ سچے حالات بیان کرنا
۶ (اظہار کے) حسن کا بیان
۷ آباءاجداد کا پیشہ
۸ نااتفاقی
۹ زمانے کے حالات بتانے والا پیالہ (ایران کے بادشاہ کیخسرو کا جام جس میں بعض خطوط کی بناوٹ سے زمانے کے حالات اور خیر و شر کا حال معلوم ہو جاتا تھا) اسے جامِ جم یا جامِ جمشید بھی کہتے ہیں۔
۱۰ قسم



میں کون ، اور ریختہ ، ہاں اِس سے مدعا
جُز انبساطِ[1] خاطرِ حضرت نہیں مجھے
سہرا لکھا گیا ز رہِ[2] امتثالِ اَمر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے
مقطع میں آ پڑی ہے سُخن گُسترانہ[3] بات
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے
رُوئے سُخن کسی کی طرف ہو تو رُوسیاہ
سودا نہیں ، جُنوں نہیں ، وحشت نہیں مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں
ہے شُکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے
صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ ، خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جُھوٹ کی عادت نہیں مجھے

☆☆☆

۱ جناب کے دل کی خوشی
۲ حکم کی تعمیل میں
۳ بے ادبی کرنے والی بات